درِ نبی ﷺ پر حاضری کے آداب

نبی رحمت کے در پہ آؤ قرار دل کا یہاں سے پاؤ
احد کے در پہ جبیں جھکاؤ یہاں پہ صلِّ علیٰ سناؤ
یہاں پہ جنت کی ہیں بہاریں ریاضِ جنۃ میں آؤ آؤ

نفس نفس کو سکوں یہاں پر نظر نظر میں خمار لاؤ
یہاں پہ آؤ تو تشنہ آؤ یہاں سے جڑ بہ گریہ جاؤ

یہاں ہے زخمی دلوں کا مرہم یہاں پہ ٹوٹے دلوں کو لاؤ
درود بھیجو ہزاروں اُن پر سلام بھیجو، جواب پاؤ

شفیعِ محشر کریں شفاعت یہاں پہ خواہش نہ اور لاؤ
یہاں کے آداب عشق جانو کہ دل کو تھامو، نظر جھکاؤ

جو آ کے دیکھو یہ سبز گنبد تو فرش پر نور عرش پاؤ
جو ساتھ ان کے سوئے ہوئے ہیں نبی سے ان کو جو تھا لگاؤ
اسی سے عظمت ملی ہے ان کو تھے حُبِّ نبوی کھائے گھاؤ

سبھی صحابہؓ کی عظمتوں کے یہاں پہ آؤ تو نغمے گاؤ

حبیبؔ دل کا سُرور تب ہے
جو چشمِ تر کو یہاں جھکاؤ

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

ماہنامہ

فیصل آباد
پاکستان

مِلّیَّة

ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ بمطابق نومبر دسمبر 2009ء



زیر ادارت

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

جلد نمبر 5 — ذوالحج ۱۴۳۰ھ

بمطابق

شمارہ نمبر 12 — نومبر و دسمبر 2009ء

فہرست مضامین

بنیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر — جمیل الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر — جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 20 روپے — پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ مِلّیہ — جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

اختیارات کی جنگ

58ٹو بی یا ایکٹ 1935ء

بقلم: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اقتدار کا نشہ بھی عجیب ہوتا ہے، یہ اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ جس کو اس کا چسکا پڑ جائے پھر اس کو چھوڑنا محال ہے۔ ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کا ایک قول زریں نقل فرمایا کرتے تھے کہ "حب مال اور حب جاہ سب سے بڑی بیماریاں ہیں، یہ بڑی مشکل سے نکلتی ہیں، حب مال تو پھر بھی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی طریقے سے نکل جاتی ہے مگر حب جاہ نہیں نکلتی، اس مرض سے بڑے بڑے بزرگ بھی جان نہ چھڑا سکے۔"

اقتدار کی خواہش ہی اصل حب جاہ ہے۔ اور اقتدار اختیار کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جب تک انسان اقتدار میں ہوتے ہوئے اپنا اختیار استعمال نہ کرے تو اس وقت تک اس کے اقتدار کو کوئی نہیں مانتا۔ ہمارے ہاں تھانوں میں جب کوئی تھانیدار نیا آتا ہے تو اس کا علاقے کو اپنے آنے کی اطلاع دینے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آتے ہی علاقے کے مجرموں کی پکڑ دھکڑ کا شروع کر دیتا ہے اور ساتھ ہی علاقے کے معززین کا اجلاس تھانے میں طلب کر کے ان پر اپنی حیثیت واضح کرنے کے لئے ان کے ساتھ ترش روئی سے گفتگو کرتا ہے۔ تا کہ معززین کو معلوم ہو جائے کہ اس کے کیا کیا اختیارات ہیں۔ اور ضرورت پڑنے پر اختیار استعمال کرنے پر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔

آج کل ہمارے ملک میں اقتدار کے ساتھ ساتھ اختیار کی جنگ بڑے زور شور سے جاری ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس زیادہ سے زیادہ اختیار ہو۔ قوم کی خدمت کرنا یا اس کے مسائل حل کرنا تو مقصود نہیں بلکہ دوسرے کو نیچا دکھانا ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں جو کوئی بھی برسر اقتدار آیا ہے اس نے اختیارات کا مرکز اپنے آپ ہی کو بنایا۔ اس کام کے لئے ہر ایک نے ملک کے متفقہ آئین کا حلیہ بگاڑا۔

ہمارے ملک میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارا آئین پارلیمنٹ کو بالادستی دیتا ہے۔ اس لئے اس میں

تمام اختیارات وزیر اعظم کے ہونے چاہئیں۔ جب کہ جو صدر بنتا ہے وہ اپنے لئے اختیارات حاصل کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برطانیہ میں بادشاہت ہونے کے باوجود اختیار ملک کے وزیر اعظم کو ہے اس لئے یہاں بھی وزیر اعظم کے پاس اختیار ہونا چاہئے۔

ہم کہتے تو ضرور ہیں مگر جو عزت برطانیہ میں بادشاہ کو دی جاتی ہے اس کا یہاں تصور بھی نہیں۔ وہاں کا بادشاہ عزت میں سب سے آگے ہے۔ اس کے پاس اختیار نہ ہونے کے باوجود وزیر اعظم بادشاہ کا کارندہ ہی شمار ہوتا ہے۔ بادشاہ پر کسی کو تنقید کا حق نہیں۔ ان کے ہاں بادشاہ کا احترام اور قانون کی پابندی لازم ہے۔ اگر وزیر اعظم بااختیار ہوتا ہے تو وہ بادشاہ کو قید کرنے کے نہیں رکھتا۔ اور اگر بادشاہ کے پاس اختیار نہیں تو وہ ایوان بادشاہت کو وزیر اعظم کے خلاف سازشوں کا گڑھ نہیں بناتا۔

۵۸ ٹو بی کیا ہے؟۔ یہ ہمارے ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین کی وہ شق ہے جو کہ اس میں آٹھویں ترمیم کے ذریعہ ڈالی گئی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں برطانیہ کی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کیا جس کو ایکٹ ۱۹۳۵ء کہا جاتا ہے۔ یہ ۱۹۳۷ء میں نافذ ہوا تھا۔ اس بل میں پہلی دفعہ ہندوستان کے لوگوں کو قانون ساز اسمبلیوں کے منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ جس میں وزیر اعظم عوام کا ہوگا اور گورنر انگریز حکومت کا نمائندہ ہوگا۔ (اس دور میں صوبے کے وزیر اعلیٰ کو وزیر اعظم کہا جاتا تھا) اس بل میں ۵۸ ٹو بی والے اختیارات گورنر کو دیئے گئے تھے۔ ۵۸ ٹو بی۔ اس کا پتہ ہے کہ صوبے کے وزراء جو بھی فیصلہ کریں گے اس کو گورنر مسترد کر سکتا ہے۔ گویا کہ فیصلہ کرنے میں پارلیمنٹ خود مختار نہیں۔ کانگریس نے اس کو قبول نہ کر کے صوبوں میں وزارتیں بنانے سے انکار کر دیا جبکہ مسلم لیگ نے اس معاملے میں کو لی کی پالیسی اختیار کی۔ اپنی وزارتیں بھی قائم کیں اور گورنر کے اختیارات کی مخالفت اور موافقت دونوں کو اختیار کیا۔ اس سلسلے میں مسلم لیگ کے سر محمد یامین لکھتے ہیں۔

> ایک موقع پر وائسرائے ہند نے مجھ سے کہا کہ مسٹر جناح نے جو مسلم لیگ کے صدر ہیں اور انڈیپنڈنٹ پارٹی کے لیڈر ہیں۔ انہوں نے کانگریس سے مل کر ۱۹۳۵ء میں یہ ریزولیشن اسمبلی میں پاس کیا کہ موجودہ آئین میں جو گورنروں کو اختیار دیئے گئے ہیں وہ اختیارات ہم کو منظور نہیں۔ اس کی رائے مسلمان ممبران نے بھی کانگریس کے ساتھ دی۔ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ اقلیتوں کا تحفظ گورنروں کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ لیکن کانگریس اور لیگ دونوں جماعتوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور اب بھی کر رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے اب بھی یہ نہیں کہا کہ گورنروں کے اختیارات کم نہ کئے جائیں۔
>
> میں نے کہا کہ میں نے اور میری پارٹی نے اور تمام دانشمند مسلمانوں نے اس کو ضروری سمجھا تھا اور یہی رائے ۱۹۳۵ء میں دی گئی تھی۔ اگر گورنر ان صوبوں میں جہاں پر

کانگریس کی قطعی اکثریت میں ہے۔ اختیارات استعمال نہ کریں گے تو مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے جائیں گے اور ان کی اقتصادی حالت تباہ ہو جائے گی۔ مسلمان زمینداروں کو ان کی زمینوں سے اس لئے محروم کر دیا جائے گا کہ کاشتکار سب ہندو ہیں۔ ان کو زمین دے دی جائے گی۔ مسلمانوں کو ملازمت میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ اس کے لئے طرح طرح کے قوانین بنائے جائیں گے۔ جن کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور تجارت سے محروم کئے جائیں گے۔

وائسرائے نے کہا کہ برٹش گورنمنٹ نے اسی لئے تحفظ رکھا ہے لیکن اگر ملک نہ چاہے تو ہم کیا کریں۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمان بھی نہیں چاہتے کہ گورنروں کو اختیار رہیں۔

میں نے کہا کہ یو پی سی مسلم تہذیب کا گہوارہ ہے۔ اور یہاں مسلمانوں کی آبادی پچاسی لاکھ ہے اور بہار میں پچپن لاکھ ہے۔ ان دونوں صوبوں کے مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ غرض یہی گفتگو قریباً آدھ گھنٹہ جاری رہی۔ (نامۂ اقبال صفحہ ۵۔۲۷۶)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم لیگ گورنروں کے اختیارات میں تذبذب کا شکار تھی۔ جو کہ آج تک جاری وساری ہے۔ تاہم مسلم لیگ نے ان اختیارات کو قبول کر کے صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کر لیں۔ ۱۹۳۶ء میں الیکشن کے بعد اس ایکٹ میں ترمیم کر کے گورنر کا یہ اختیار سلب کر لیا گیا تھا۔ تمام اختیارات وزیر اعظم کو دے دیئے گئے۔

ہمارے ہاں اختیار حاصل کرنے کا سب سے پہلا کام قائد اعظم کے گورنر جنرل بننے کے بعد شروع ہوا۔ جب پاکستان بنا تو اس کے گورنر جنرل قائد اعظم پاکستان محمد علی جناح بن گئے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دیں۔ اس پر قائد اعظم نے بطور گورنر جنرل پاکستان کے انگریز چیف آف آرمی سٹاف جنرل ڈگلس گریسی کو کشمیر میں فوج داخل کرنے کا حکم دیا تو ڈگلس گریسی نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر قائد اعظم نے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو لاہور بلایا۔ یکم نومبر کو ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن لاہور آئے۔ قائد اعظم نے جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے اس سلسلہ میں تجویزیں رکھیں تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جواب میں کہا کہ "میں تو محض آئینی گورنر جنرل ہوں ان چیزوں کا اختیار اب گورنر جنرل کے پاس نہیں یہ اب بھارتی وزیر اعظم کے پاس ہے"۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے کہنے کا مقصد صرف قائد اعظم کو ان کے اختیار کا احساس دلانا تھا کہ جیسے میں بے اختیار محض آئینی گورنر ہوں ایسے ہی آپ بھی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے ہماری فوج کے انگریز آرمی چیف نے قائد اعظم کا حکم نہیں مانا تھا۔ کیونکہ ترمیم کے بعد اب اختیارات کا مرکز

وزیر اعظم بن چکا تھا۔

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے اور شاید کہیں پڑھا بھی ہے کہ جب قائد اعظم کو گورنر جنرل کے اختیارات کا علم ہوا تو قائد اعظم نے ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کو اسی حالت میں دوبارہ بحال کر دیا۔ ایکٹ میں ترمیم کی وجہ سے جو اختیارات گورنر جنرل سے چھین لئے گئے تھے، وہ بحال ہو گئے۔ یہاں پر میں ایک بات عرض کرتا چلوں وہ یہ کہ قائد اعظم نے اگر اپنے لئے اختیارات حاصل کر بھی لئے تھے تو اس پر اعتراض اس لئے نہیں کیا جاسکتا ہوگا کہ وہ بانی تھے اس ملک کے۔ وہ قانون کے پابند تھے اس لئے ان سے اختیارات کا استعمال بے جا نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر انہی اختیارات کو قائد اعظم کے بعد آنے والے گورنر جنرلوں نے جس بے دردی سے استعمال کیا گیا تو اس کی وجہ سے انتشار پیدا ہو گیا۔ گورنر جنرل غلام محمد جیسے فالج زدہ شخص نے جس طرح پارلیمنٹ کو معلوق کر دیا تھا اس کی مثال دینا مشکل ہے۔ انہوں نے جس طرح وزراء اعظم کو فارغ کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جب تک پاکستان میں گورنر جنرل کا عہدہ رہا یہی کچھ ہوتا رہا۔ پھر ۱۹۵۶ء میں سکندر مرزا نے آئین بنا کر صدارتی نظام رائج کیا تو یہ اختیارات صدر کے لئے مخصوص کر لئے۔ پھر ایوب خان اور پھر یحییٰ خان نے ان میں مزید اضافہ کیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگ کہتے تھے کہ اختیارات کے تمام راستے لائل پور (فیصل آباد) کے گھنٹہ گھر کی طرح صدر کی طرف جاتے ہیں۔ (یاد رہے کہ لائل پور (فیصل آباد) میں ایک گھنٹہ گھر ہے جس سے آٹھ بازار نکلتے ہیں۔ آپ جس بازار میں بھی داخل ہوں سامنے گھنٹہ گھر ہی آتا ہے)۔ اس لئے صدارتی اختیارات کو لائل پور (فیصل آباد) کا گھنٹہ گھر کہا گیا۔ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر اور آٹھ بازار دراصل برطانیہ کا جھنڈا ہے۔ برطانیہ کے جھنڈے کی آٹھ لکیریں ہیں۔ فیصل آباد انگریز گورنر سر لائل نے ۱۹۰۱ء میں بنایا تھا۔ اس لئے اسی کے نام سے اس کا نام لائل پور رکھا گیا۔ بعد میں سعودی فرمانروا شاہ فیصل مرحوم کے نام پر تبدیل کر کے فیصل آباد رکھ دیا۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جب پہلی بار پاکستان میں پارلیمانی الیکشن ہوئے تو پارلیمانی نظام نافذ کرنے کے لئے ۱۹۷۳ء میں ایک متفقہ آئین بنایا۔ جس میں صدر سے تمام اختیارات لے کر وزیر اعظم کو دیدیئے گئے۔

ہوا یہ کہ کہاں صدر مختار کل ہوتا تھا اور جب صدر سے اختیارات لے کر وزیر اعظم کو دیئے گئے تو صدر کو ایوان صدر میں قیدی بنا دیا گیا۔ وہ وزیر اعظم کی اجازت کے بغیر کسی سے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ یہاں تک کہ صدر اپنے آپ کو قیدی محسوس کرنے لگتا ہے اور بحثوں میں خود ہی اپنی رہائی کے لئے

ایوان صدر کی دیواروں پر مطالبہ لکھتا ہے کہ صدر فضل الٰہی کو رہا کرو۔ (اس وقت فضل الٰہی چوہدری پاکستان کے صدر ہوتے تھے) ہمارے وزراء اعظم نے بھی اختیارات حاصل کرنے کے بعد صدر سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی صدر بے دست و پا نہیں ہونا چاہتا۔

۱۹۷۷ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو صدر صاحب بے دست و پا تھے کچھ نہ کر سکے چنانچہ جنرل ضیاء الحق فوجی انقلاب لے آئے۔ اس لئے کہ وزیر اعظم کو ہٹانے کے سلسلے میں صدر کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے آکر آئین میں صدر کے اختیارات کو پھر سے شامل کر دیا اور صدر مختار کل ہو گیا۔ چنانچہ صدر ضیاء الحق مرحوم نے اپنے ان اختیارات کو جونیجو حکومت کے خلاف استعمال کر ڈالا۔ ضیاء الحق مرحوم کے حادثہ کے بعد پھر بحث چھڑ گئی کہ صدر سے اختیارات واپس لے جائیں۔ چنانچہ نواز شریف کے دوسرے دور میں صدر کے تمام اختیارات وزیر اعظم کو منتقل کر کے صدر کو پھر ایوان صدر کا قیدی بنا دیا گیا۔ پھر مشرف کا فوجی انقلاب آیا تو اس نے سترویں ترمیم کے ذریعہ سے پھر ۵۸ ٹو بی (۱۹۳۵ء کا ایکٹ) دوبارہ آئین کا حصہ بنا دیا۔ اب پھر بحث جاری ہے۔

اختیار حاصل کر لینے کو ہمارے ہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب اس کو استعمال کرنا بھی ضروری ہے۔ حالانکہ اختیار کا مطلب صرف اختیار ہی ہے۔ انتہائی اہم ضرورت کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں اس قسم کی کوئی ایسی تربیت نہیں دی جاتی جس میں اختیار کو استعمال کرنے کے متعلق بتایا جائے۔

''اسلام میں طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے۔ مگر دنیا کے سارے مرد اپنے اس اختیار کو استعمال کر کے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دیتے۔ بلکہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی تحمل کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔''

آجکل یورپ کی نقالی میں ہمارے میڈیا میں بھی یہ باتیں کی جا رہی ہیں کہ طلاق کا اختیار مرد کے پاس کیوں ہے اس سے یہ چھینا جائے یا کم از کم عورت کو بھی دیا جائے۔ یہ باتیں وہ عورتیں کرتی ہیں جنہوں نے یورپی طرز پر اپنی مرضی سے مہذب زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ جس کو اکبر الہ آبادی نے کچھ یوں کہا ہے۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
حیا ان کو نہیں آتی انہیں غصہ نہیں آتا

یعنی بیوی میں حیا نہ ہو اور خاوند کو اس کی بے حیائی پر غصہ نہ آئے۔ تو ایسی عورت خاوند سے طلاق کا حق چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ اور جو شریف بیوی ہوتی ہے وہ ہر حال میں خاوند کی آبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ اور بعض عورتوں کی قسمت ایسی ہوتی ہے کہ ان کو خاوند ہی ایسا ملتا ہے جو نا کارہ ہوتا ہے، جواری، ہیروئن فروش، سمگلر، ڈاکو، یا چور وغیرہ ہوتا ہے، بیوی جب اصلاح کی کوئی بات کرتی ہے تو وہ خاوند بات بات پر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ مجبور بیوی اپنی قسمت کو کوتی ہے۔ ہمارے ملک کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ صدر کو اگر ملک کا مہذب خاوند مان لیا جائے تو وزیر اعظم آزاد منش بیوی کی طرح ادائیں دکھاتا ہے۔ اور اگر بیوی شریف ہو تو ہمارے صدر میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جس پر وہ بات بات پر طلاق دینے کی مشق کرتا ہے۔

ہمارے ہاں اگر صدر کے پاس اختیارات ہوں تو وہ وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ماننے پر اسمبلی اور حکومت کو برخواست کر دیتا ہے۔ اور اگر وزیر اعظم کے پاس اختیار آ جائے تو وہ صدر کو یرغمال بنا دیتا ہے۔ یہ بے تربیتی کی ہی۔

ہندوستان میں بھی جمہوری نظام پختگی سے قائم ہے۔ کبھی وہاں مارشل لا نہیں لگا۔ کبھی وہاں صدر نے اختیارات کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کے بعد وہاں وہ لوگ برسر اقتدار آئے جنہوں نے آزادی کے لئے قربانیاں دی تھیں، وہ لوگ جیلوں میں گئے، ماریں کھائیں، عوام کو قریب سے دیکھا، عوام کے مسائل کو سمجھا، ان کی غربت دیکھی، ان کے عدالتی امور میں دلچسپی لی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کو آزادی کی قدر ہوئی اور انہوں نے کم از کم یہ تو کیا کہ عوام کو حکومتی اختیارات کی پیچیدگیوں میں نہیں الجھایا۔ جس کا نتیجہ آج وہاں پر جمہوری نظام مضبوطی سے قائم ہے۔

ہمارے ہاں جو حکمران بنتے چلے آئے ہیں یہ وہ ہیں جن کے بڑے انگریز کے زلہ خوار تھے۔ ان کی خدمات کے صلے میں انگریز جاتا ہوا قوم کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں دے گیا۔ مگر ان لوگوں سے حکمرانی سنبھالی نہیں جاتی۔ جب ان کے پاس اقتدار آتا ہے تو یہ کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے بسر کرتے ہوئے ساری زندگی انگریز کی غلامی میں گذار دی۔ اب جب بھی ان کو اختیار ملتا ہے تو یہ اس کو ہر جائز و ناجائز جگہ پر استعمال کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں جمہوریت کے نام کی مالا تو جپی جاتی ہے مگر ہمارے منتخب نمائندے وہ ہوتے جو کہ زمیندار، بدمعاش، قبضہ گیر، اور اغوائی گیرے، جواری، ہیروئن فروش، سمگلر، قاتل، ڈاکو، ٹیکس چور یا بجلی چور وغیرہ یا ان کے سرپرست ہی ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں رحم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب یہ لوگ عوام کو دھونس دھاندلی یا سبز باغ دکھا کر ممبر بن کر پارلیمنٹ میں آتے ہیں تو یہ اپنی فطرت کے مطابق قوم کے

ساتھ وہ حشر کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

آجکل اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ ہر طبقہ اپنے سے پہلے والوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی بجائے اس کے خلاف کر رہا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے تمام صدارتی اختیارات وزیر اعظم کو منتقل کر دیئے تھے۔ اور جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے وہ تمام اختیارات وزیر اعظم سے لے کر صدر کو دیئے تھے۔ آج بھٹو کے جانشین جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے طریقہ کار کو زندہ رکھ کر صدر کو مضبوط کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے جانشین بھٹو مرحوم کے طریقہ کار پر زور دے کر وزیر اعظم کو مختارِ کل کا درجہ دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں سیاسی پختگی کا عنصر ناپید ہے۔ یہی وہی صورت حال ہے جو کہ ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نفاذ کے وقت مسلم لیگ نے کومگو کی کیفیت میں اختیار کی تھی۔ آج ہمارے ملک کو استحکام کی ضرورت ہے۔ بدامنی، انتشار، دہشت گردی، غیر ملکی مداخلت، مہنگائی، خوردنی اشیاء مثلاً آٹا، چینی، دالیں، سبزیاں، گوشت، بجلی، گیس یا تو ناپید ہے اور یا پھر اتنی مہنگی ہوگئی ہیں کہ ان کو حاصل کرنا مشکل ترین ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں اختیارات کی بحث کی عیاشی وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے ہاں مالی فراوانی آتی ہے کہ ان کو دل دہلے کے لئے کہیں ایسا سر پھوڑنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی اب یہی مصروفیت ہے اور یہی ہابی ہے۔ اے کاش کہ یہ لوگ اختیارات حاصل کرنے بجائے ملک وعوام کے ان ضروری کاموں میں منہمک ہوتے۔ آخر میں ہم کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ شعر عرض کرتے ہے۔

الٰہی تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ سلطانی بھی عیاری ہے، جمہوریت بھی عیاری ہے

آج ہمارے ملک میں اختیارات کی لڑائی بھی اسی لئے چل رہی ہے کہ اس میں ان لوگوں کے مفادات چھپے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

نواسہ امیر شریعتؒ کا سانحہ ارتحال

خانوادہ بخاریؒ کے چشم و چراغ نواسہ حضرت مولانا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، سید ذوالکفل بخاری مکہ مکرمہ میں ٹریفک حادثہ میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی)۔ اللہ تعالیٰ والد، والدہ، بھائی اور تمام اعزہ کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے

مکاتیب ۔۔۔ سے

دارالحرب اور سود کے مسئلہ میں ایک جوہری کا سوال
اور مولانا مودودیؒ کا جواب

محترم مولانا صاحب

کئی بار آپ کو طبیعت چاہی کہ خط لکھوں لیکن اردو رسم الخط نہ لکھ سکنے کی وجہ سے ہمیشہ اپنی خواہش کو پورا کرنے میں چونکہ دوسرے کا محتاج رہتا ہوں اس لئے کتراتا رہا اور مجھے آپ کو کوئی دکھاوے کے لئے خط لکھنا نہیں ہوتا ہے۔ آپ کے لئے میرے دل میں جو عقیدت اور محبت ہے اس کا اظہار ان خطوط سے نہیں ہوسکتا اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ میرے خط نہ لکھنے کی وجہ سے مجھ سے کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ آج خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ میں ایک مسئلہ میں آپ کی رہبری چاہتا ہوں اور مدد بھی۔ حیدرآباد میں پچھلے ہفتوں سے ایک مسئلہ درپیش ہے، آپ تو جانتے ہی ہیں کہ حیدرآباد کا نظام میر عثمان علی خاں کتنا مسلمان ہے۔ شاید اس سے زیادہ مسلمان تو میں ہی ہوں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی ہر غیر اسلامی حرکت کو اپنے روپے کے زور سے مفتیوں اور قاضیوں کے ذریعے اسلامی نقطۂ نگاہ سے جائز قرار دے دیتا ہے۔ یوں تو نظام کی بہت سی غیر اسلامی حرکات ہیں لیکن پچھلے دنوں انہوں نے جامعہ نظامیہ کے قاضیوں کو ایک مسئلہ پیش کیا کہ کیا ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس پر جامعہ نظامیہ کے تین قاضیوں نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا ہے کہ چونکہ ہندوستان دارالحرب ہے اس لئے ہندوستان میں رہنے والے مسلمان مسلموں سے یا غیر مسلموں سے سود لے سکتے ہیں۔ جہاں تک آپ کے ذریعے سے حاصل کئے ہوئے میرے علم کا تعلق ہے میں تو یہی جانتا ہوں دارالحرب اس جگہ کو بولتے ہیں جہاں مسلموں اور غیر مسلموں میں جنگ ہورہی ہو اور یا جہاں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو، مسجد جانے کی اجازت نہ ہو، نہ روزے رکھ سکتے ہوں اور نہ زکوٰۃ دے سکتے ہوں اور نہ ہی دوسرے مذہبی فرائض سرانجام دے سکتے ہوں۔ نظام سود لے یا نہ لے، وہ مسلمان رہے یا نہیں رہے، وہ حلال و حرام میں تمیز کرے یا نہ کرے، یہ سب اس کا ذاتی فعل ہے۔ اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی ہم کوئی دخل ہی دینا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے تو اسے خود ہی جواب دہی کرنی

ہوگی لیکن اپنے گناہوں کو چھپانے کے لئے اس نے یہ جو فتویٰ دلا دیا ہے کہ جس سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ہندوستان کی سیکولرازم پر ایک بھاری چوٹ پہنچائی ہے اس سے یقیناً کوئی بھی محب وطن خاموش نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس سے پیشتر کہ میں یہاں ملاپ کے کالموں میں اس مسئلہ کو چھیڑوں، میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ہندوستان دارالحرب ہے اور اگر ہے تو دارالحرب کا مطلب کیا ہے؟ اور اگر آپ مجھ سے متفق ہیں کہ ہندوستان دارالحرب نہیں تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ براہ کرم اس مسئلہ پر اپنا مضمون تو بھیجیں ہی اور ساتھ ہی ہندوستان کے کچھ قاضیوں، مفتیوں یا علماء سے بھی مجھے اس مسئلہ میں مضمون بھجوانے کی مہربانی کریں۔ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ حیدرآباد کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بھارت کے مسلمانوں کے لئے اس کی بہت اہمیت ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہی کیوں بلکہ ہندوستانیوں (جس میں تمام غیر مسلم شامل ہیں) کے لئے بھی یہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر دارالحرب کا مطلب وہی ہے جو میں نے اوپر لکھا ہے اور ہندوستان واقعی دارالحرب ہے تو ہم سب کو سوچنا ہوگا کہ ہندوستان کا یہ دعویٰ کہ وہ سیکولر ہے وہ کہاں تک ٹھیک ہے۔ اور اگر ہندوستان دارالحرب نہیں ہے تو پھر یقیناً ہندوستان کے مخلص اور ایماندار علماء، قاضیوں اور مفتیوں کا فرض ہے کہ وہ جامعہ نظامیہ کے ان تین قاضیوں کے اس فتویٰ کی تردید کریں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرکے اور اس کی اہمیت سمجھتے ہوئے آپ مجھ سے تعاون کریں گے اور اپنی و دوسرے علماء، قاضیوں اور مفتیوں کی آراء بھیجنے کی مہربانی فرمائیں گے۔

فقط آپ کا عقیدت مند۔ یدھ ویر، ایڈیٹر، روزنامہ ''ملاپ'' حیدرآباد دکن

جواب

محترم یدھ ویر صاحب

آداب! آپ کا درد بھرا خط ملا، پہلے تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کسی مخلص دیندار مسلمان کا خط ہے، مگر جب آخر میں آپ کا نام پڑھا تو حیرت زدہ ہو گیا کہ ایک ہندو کا کیا کام کہ وہ سود کے جواز اور عدم جواز پر فتویٰ لے، مگر اس کے ساتھ آپ نے جو شرعی صورت ہندوستان کی پیش کی ہے وہ قابل غور ضرور ہے۔

دارالحرب کی تعریف و تشریح میں علماء کے کچھ اقوال ہیں۔ ایک تو وہ صورت ہے جو کہ آپ

نے پیش فرمائی۔ دوسری یہ کہ دار الحرب میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں مسلمان شریک اقتدار نہ ہو سکتا ہو۔ اسی طرح سود کے مسئلہ میں علما اپنی تحقیقات بیان کرتے ہیں، سود کے سلسلہ میں میرا موقف بھی یہی ہے کہ وہ جائز نہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا، مگر انہوں نے سود کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اسی قسم کا ایک فتویٰ میرے خاندان کے بڑوں نے بھی دیا تھا جب کانگریس کا قیام عمل میں آیا تھا، مگر انہوں نے سود کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

میرے محترم ہر جماعت اور ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں، ان کے نزدیک حلال و حرام کوئی معنی نہیں رکھتے۔

ہمارے اہل علم میں ایک ممتاز شخصیت حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی گزری ہے جو کہ علم حدیث اور فقہی معاملات میں حجت کا درجہ رکھتی تھی۔

ایک دفعہ لدھیانہ میں میرے مکان پر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ دار الحرب میں غیر مسلم سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ "سود کے جواز کے فتوے کا پل ہم کو کیوں بناتے ہو" مطلب یہ تھا کہ اگر ہم نے یہ بات کہہ دی کہ دار الحرب میں سود ان شرائط کے ساتھ جائز ہے تو لوگ شرائط کو چھوڑ دیں گے اور ہر قسم کے سود کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب ہندوستان میں انگریز کی حکومت تھی، اور اس دور میں اہل علم نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا ہوا تھا۔

میری رائے یہ ہے کہ قاضی صاحبان کو اس سلسلہ میں کسی حاکم کی مرضی کا خیال نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس پر باقاعدہ مسلمانوں کے مستند اہل علم سے رائے لے کر فتویٰ دینا چاہیے۔ نیز میرے نزدیک اس وقت ہندوستان دار الحرب نہیں ہے۔

خیر اندیش حبیب الرحمن لدھیانوی

مسائل و فضائلِ قربانی

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ......

''پھر جب (حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام) دونوں نے حکم (قربانی) کا مانا اور پچھاڑا اس (اسماعیل) کو ماتھے کے بل اور ہم نے اس کو پکارا۔ یوں اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو بے شک یہی صریح جانچنا ہے اور اس کا بدلہ دیا ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے۔

قربانی کا یہی وہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ خداوند زمین و آسمان نے اس کے بدلہ میں بہشت سے ایک بڑے درجہ کا بڑا اچھا فربہ تیار مینڈھا قربانی کے لئے بھیجا۔ پھر یہی قربانی کی رسم سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا اور ہر اُمت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی!

پس جب کبھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی و عبادت و اطاعت کے اظہار کا دن آئے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ''سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر'' پس عید کے دن خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدۂ عبادت (نماز) ادا کر کے بقدرِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے کہ وہ خدا کی راہ میں قربانی کے جانور کو ذبح کر کے اپنی اطاعت کا اسی طرح اظہار کرے جس طرح سیدنا ابراہیم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ صحابہ کرامؓ کے سوال پر نبی ﷺ نے اسی اطاعت و قربانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔'' اندازہ کرو کہ خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں اس کی کتنی قدر و منزلت ہے۔ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ ہر بال پر ایک نیکی کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے اور صحابہ کرامؓ نے جواب دیا اور حسنات کے لئے سوال کیا۔ فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ تو اون کا کیا اجر ہے یا رسول اللہ

ارشاد فرمایا: بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ (رواہ احمد) اون کے ہر بال پر ایک نیکی ہے۔ ایک میمنہ ایک مینڈھے ایک دنبے کی اون کے بال شمار کرتے چلو اور خدائے بزرگ و برتر کی رحمتوں کا اندازہ کرو۔

اطاعت و عبادت کے ان احکام کے مقابلہ میں عقل و فلسفہ کی نکتہ آفرینیوں پر دھیان نہ دو۔ ثمرات و نتائج کے یہ ایچ پیچ سب غلط ہیں کہ مصلحت متقاضی ہے کہ غرباء کی امداد کے لئے نقد سرمایہ رفاہی کاموں میں لگا دیا جائے۔ یہ فریب ہے سرمایہ پرست عقول و اذہان کا کہ امداد باہمی کے نام پر اللہ کی مخلوق کو نہ صرف عبادت و اطاعت سے روکنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ان کے منہ میں گوشت کے ایک ٹکڑے کو جاتا ہوا دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے۔ منفعت کے فریب اور مصالح کے دھوکے ہمیشہ عبادت و اطاعت کے راستہ میں روک بن کر آتے ہیں۔ عبدیت کا تقاضا ہے کہ احکام خداوندی کی تعمیل کر کے انعامات خداوندی کا مستحق ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قربانی کے دنوں میں خون بہانے یعنی قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں (ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے) اور بے شک وہ قربانی کا اپنے بالوں سینگوں اور کھروں سمیت قیامت کے دن آئے گا۔ (یعنی اجر و ثواب میں یہ چیزیں بھی شمار ہوں گی) اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہوتا ہے۔ تو خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کرو۔" (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

انعام و اکرام جب اس درجہ پر ہو کہ زمین پر خون کا قطرہ گرنے سے پہلے قبول کر لیا جاتا ہے تو کیوں نہ پھر قربانی کے لئے بہترین فربہ موٹے تیار جانور مہیا کئے جائیں یہی نہیں بلکہ قیامت کے دن یہ قربانی کے جانور گنہگاروں کے لئے سواریاں ہوں گی۔ سمنوا اضحایا کم فانھا علی الصراط مطایا کم "قربانی کے جانوروں کو موٹا کرو کہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہیں" آخرت کا یقین رکھنے والوں مغفرت کے لئے بے قرار اور نجات کے طلب گاروں کے لئے جنت میں جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسباب و وسائل پیدا ہی نہیں کئے بلکہ اس کی نشاندہی اور راہنمائی فرمائی۔

عبدیت و بندگی کا تقاضا ہے کہ ہر وہ ذی استطاعت مسلمان جو ملت ابراہیم علیہ السلام کا فرد ہے۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔" کا اقرار کرتے ہوئے عید الاضحیٰ کے دن فـــاطـــر

السمٰوٰت والارض کی رضاجوئی کیلئے قربانی دے۔

قربانی کے مسائل

(۱) ہر مسلمان آزاد مقیم جو کہ ضروریاتِ زندگی کے علاوہ مقدار نصاب یعنی ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے 52 تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(۲) قربانی میں بکرا، بھیڑ یا دنبہ یا ساتواں حصہ اونٹ گائے بیل بھینس کا ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔

(۳) بکرا ایک سال کا ہونا چاہئے اور بھیڑ دنبہ اگر موٹا ہو اور چھ ماہ سے زائد کا ہو تو ہوسکتا ہے۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہئے۔ باقی بڑے جانور دو سال کے کافی ہیں نر مادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔

(۴) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف کھال پائے بھی لگا دیئے جائیں تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

(۵) شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جس وقت نماز کا وقت گزر جائے اس وقت قربانی کرنا درست ہے۔ یعنی بعد زوال کے اور دوسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے۔ یعنی اگر نماز بقر عید کسی عذر سے قضا ہوگئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح بارھویں تاریخ کو بھی۔

(۶) گاؤں والوں کو دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(۷) قربانی کے تین دن ہیں۔ دسویں گیارھویں بارھویں ذی الحجہ کی مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن غروب آفتاب تک قربانی ہوسکتی ہے۔

(۸) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہیں۔

(۹) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا ہوجانا بہتر ہے۔

(۱۰) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا اور صرف بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دعا ماثورہ جو آگے آتی ہے۔ پڑھے گا تو بہتر ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

(۱۱) جب قربانی کو قبلہ رخ لٹادے تو یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غرباء ومساکین پر صدقہ کرے ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لے جس شخص کا کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

(۱۴) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہ تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خرید ا تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہو گیا۔ اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ کے واسطے محتاجوں کو دے دینا چاہئے۔ غنی اور نذر کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۵) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی کے دن گزر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۶) جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے اور اگر بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو درست نہیں اور بدھیا (خصی) کی قربانی بھی درست ہے۔ خواہ مل کر بدھیا کیا گیا ہو یا نکال کر۔ اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے دبلے جانور کی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جا سکے اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو یا تہائی سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو اور نہ ایسے جانور کی جس کے دانت نہ ہوں۔ البتہ اگر تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔ جس بھیڑ کے پیدائشی دم نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ اَلشَّاۃُ اِذَا لَمْ یَکُنْ لَھَا اُذُنٌ وَلَا ذَنَبٌ خِلْقَۃً یَجُوْزُ

(فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۳۴۹ ط کشوری)

(۱۷) چرمِ قربانی کو بدوں فروخت کرنے کے اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ یعنی ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے۔ خود اس کو فروخت کرنا نہیں چاہئے۔ لیکن اگر فروخت کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۱۸) قصاب کی اجرت قربانی سے دینا جائز نہیں اور قربانی کی کھال قصاب کو اجرت میں دینا درست نہیں ہے۔

(۱۹) چرم قربانی کو صدقہ کرنے کے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۲۰) چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام و مؤذن کو بسبب اس کی امامت و اذان کے دینا درست نہیں اور طالبان علم دین اس کے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت علم دین کا۔ طالبان علم دین کی مدارات اور ان کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرنے کا حکم جناب رسول اللہ ﷺ نے بتاکید فرمایا ہے: "حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ اصحابہ کرام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطراف عالم سے تمہارے پاس بہت سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آویں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آویں تو تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔" (رواہ الترمذی)

دین کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے بزرگ و برتر اِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ کے فرمان عالیشان کے ساتھ اپنی ذات پر لئے ہوئے ہیں۔ دشمنان اسلام اور دوست نما دشمن کتنی ہی کوشش کریں قیامت کی صبح تک یہ دین قائم رہے گا۔ مگر عالم اسباب میں یہ سعادت ان بالکیوں کی قسمت میں لکھ دی گئی جو تمام دنیاوی منافع کو چھوڑ کر اسلام کی اشاعت اور کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس میں: اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ...... "جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے۔ ملک میں (یعنی دین کی ضروریات کی وجہ سے وہ دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے)" کا مصداق ہیں۔ غیروں کے نہیں اپنوں کے بھی طعن برداشت کرتے ہوئے سید المرسلین خاتم النبیین روح فداہ ﷺ کے علوم کے حامل ہیں۔ عقیدت مندان ختم نبوت کو کبھی یہ نہ بھولنا چاہئے کہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ لا نبی بعدی کا ابدی فرمان آنکھ کے سامنے ہے۔ علوم نبوت کی اشاعت وتعلیم کیلئے طائفہ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ اگر کوئی ہے تو وہ انہیں مدارس عربیہ اور مکاتب قرآن مجید میں پراگندہ اور پریشان صورت میں ملے گا۔ اور آپ اَلَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا کو دیکھیں گے کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ" اور جب ہو کر نکلتے ہیں ان کے پاس کو تو آپس میں آنکھ مارتے ہیں" میں مست نظر آئیں گے۔ حقائق کے بالکل برعکس داستان سرائی اور افسانہ تراشی میں منہمک ہوں گے۔ بلاریب مدارس دینیہ عربیہ کی امداد واعانت دامے درمے قدمے سخنے اس زمانے میں بڑی جرأت ہے اور یقیناً مغفرت ونجات کا ذریعہ ہے۔

حج کے چھ دن

فرائض، واجبات اور سنن

مولانا عبد اللطیف مدنی صاحب، بھیونڈی

حج اسلام کے ارکان میں سے آخری، تکمیلی رکن اور عاشقانہ عبادت ہے۔ اسمیں حجاج کرام مقرر وقت پر اللہ تعالیٰ کے دیوانوں کی طرح اس کے دربار میں حاضری دیتے ہیں اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے طور طریقوں کی نقل کر کے ان کے سلسلے سے وابستگی اور وفاداری کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں اور ان کے جذبات اور کیفیات سے اپنی حاقت کے مطابق حصہ لیتے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور یہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ۔۔۔(بارگاہ الٰہی میں) قبول ہو جانے والے حج کا بدلہ تو جنت ہی ہے (بخاری ومسلم)

حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ مشہور ہیں ان میں حج کے افعال خاص طور پر جن دنوں ادا کیے جاتے ہیں وہ صرف چھ دن ہیں، جو آٹھ ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک ہیں۔ ان چھ دنوں میں جو افعال فرض، واجب یا سنت ہیں حجاج کرام کی آسانی کیلئے اختصار سے لکھے جاتے ہیں چنانچہ

۱۔ حج کیلئے احرام فرض ہے تو حاجی اگر حج قران یا حج افراد کرنے والا ہے وہ تو احرام میں ہوتا ہے اور اگر حج تمتع کرنے والا ہے تو آج یعنی ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو دوبارہ احرام باندھ لے۔

۲۔ طواف قدوم سنت ہے اگر حج افراد یا قران کرنے والے نے آج سے پہلے طواف قدوم نہ کیا تو آج طواف قدوم کر لے یاد رہے کہ حج تمتع اور عمرہ کرنے والے کیلئے طواف قدوم سنت ہے۔

۳۔ آج طلوع آفتاب کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ روانہ ہو جائے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن فجر کی نماز منیٰ میں اپنے اپنے وقت میں ادا کرے اور رات بھی منیٰ میں گزارے یہ پانچ نمازیں اور رات کا قیام منیٰ میں سنت ہے۔

۹ ذی الحجہ (یوم عرفہ)

ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہو جائے۔

۱.....حج کے اعمال میں سے عرفات میں وقوف فرض اور رکن اعظم ہے۔

۲.....عرفات کے میدان میں مسجد نمرہ ہے جس میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی امام کے پیچھے پڑھنی سنت ہے۔

۳.....اگر کوئی آدمی امام کیساتھ نہ پڑھ سکے تو پھر اپنے خیمہ میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کے وقت میں عصر کی نماز پڑھنی ضروری ہے لہذا خیمہ میں یہ دونوں نمازیں اکٹھی نہیں پڑھنی چاہئیں۔

۴.....عرفات کے میدان میں زوال سے وقوف (ٹھہرنا) شروع ہو جاتا ہے پس دوران وقوف ذکر وعبادت تلاوت، درود شریف اور کثرت سے دعاؤں میں وقت گزارنا چاہئے، یہاں تک کہ غروب آفتاب ہو جائے۔

۵.....غروب آفتاب سے پہلے میدان عرفات سے نہ نکلے ورنہ دم لازم آئے گا۔

۶.....غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ادا کئے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور راستہ میں مغرب کی نماز نہ پڑھے جس وقت مزدلفہ پہنچے۔(جب عشاء کا وقت داخل ہو چکا ہو ورنہ انتظار کرے تاکہ عشاء کا وقت ہو جائے) تو پہنچنے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کریں اس طرح کہ پہلے مغرب کی نماز پڑھیں اور اس کے بعد سنتیں یا نفل پڑھے بغیر عشاء کی نماز ادا کریں یہاں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا واجب ہے اور جماعت کیساتھ پڑھنا سنت ہے۔

۷.....مزدلفہ میں پوری رات بسر کرنا سنت ہے۔

۸.....وقوف مزدلفہ واجب ہے اور اس کا وقت صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک کے درمیان میں ہے۔

۹.....فجر کی نماز صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اول وقت میں ادا کریں اور پھر خوب زاری وقطاری سے دعا مانگنا ہے۔

۱۰.....مزدلفہ سے تقریباً ستر (۷۰) کنکریاں جمع کریں یہ کنکریاں یہاں سے جمع کرنا سنت ہے اگر

یہاں سے جمع نہیں کیں تو کسی اور جگہ سے جمع کرسکتا ہے۔لیکن مشکل ہو جائے گا۔

دس(۱۰) ذی الحجہ (یوم العید)

۱.....مزدلفہ میں وقوف کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے۔

۲.....منیٰ پہنچ کر سب سے بڑے شیطان (جمرہ عقبہ) کو سات کنکریاں مارے اور یہ کنکریاں مارنا جس کو رمی کہتے ہیں واجب ہے۔اس دس ذی الحجہ کی رمی کا مسنون وقت سورج نکلنے سے زوال تک ہے، زوال سے غروب تک مباح ہے،غروب کے بعد گیارہویں کی صبح صادق تک مکروہ ہے اور عذر کی حالت میں یہ رمی صبح صادق تک کی جاسکتی ہے۔

۳.....اگر حاجی حج قران یا حج تمتع کرنے والے ہوں تو رمی کے بعد شکرانہ قربانی کریں اور یہ شکرانہ قربانی بھی واجب ہے۔

۴.....اور اگر حج افراد کرنے والا ہو تو پھر اس پر شکرانہ قربانی واجب نہیں ہے۔ہاں وجوب کے بغیر کرنا چاہتا ہو تو بہت اجر وثواب ہوگا۔

۵.....قربانی سے فارغ ہونے کے بعد حلق (سر منڈوانا) یا قصر (بال کتروانا) کرلے اور یہ حلق یا قصر بھی واجب ہے۔

۶.....اس کے بعد مکہ مکرمہ آئیں اور طواف زیارت کریں اور یہ طواف فرض ہے اور حج کا رکن ہے۔ اس طواف زیارت کا مستحب وقت دسویں ذی الحجہ ہے اور بارہویں تاریخ غروب آفتاب تک جائز ہے ۔اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے اگر کسی نے یہ طواف بارھویں تاریخ کے بعد غروب آفتاب کے بعد ادا کیا تو ساتھ دم بھی واجب ہو جاتا ہے۔طواف زیارت کے بعد سعی کریں اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے اور اگر کسی نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کی ہو تو پھر آج طواف زیارت کے ساتھ سعی واجب نہیں ہے۔طواف زیارت سے فارغ ہو کر منیٰ آجائیں اور گیارہویں بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ کی راتیں منیٰ میں اپنے خیمہ میں قیام کریں اور ان راتوں کو منیٰ میں ٹھہرنا سنت ہے۔

۱۱ویں ذی الحجہ (عید کا دوسرا دن)

آج زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی کریں اس طرح کہ سب سے پہلے جمرہ اولیٰ (جو مسجد خیف کے

نزدیک ہے) کو سات کنکریاں جدا جدا ماریں پھر ایک طرف ہٹ کر دعا کریں۔ اس کے بعد جمرہ وسطیٰ (درمیانی جمرہ) کو سات کنکریاں ماریں پھر ایک طرف ہٹ کر دعا کریں، پھر اس کے بعد جمرہ عقبہ (بڑے جمرہ) کو سات کنکریاں ماریں۔ اور آج کے دن ان تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا واجب ہے اور اس ترتیب سے رمی کرنا سنت ہے، اس رمی کا بہتر وقت زوال سے لیکر غروب آفتاب تک ہے ، او صبح صادق تک بھی رمی ہوسکتی ہے اور اگر کسی نے زوال سے پہلے ہی رمی کرلی تو یہ مکروہ ہے وہ رمی شمار نہ ہوگی بلکہ زوال کے بعد دوبارہ رمی کرنی پڑے گی۔

۱۲ویں ذی الحجہ (عید کا تیسرا دن)

آج زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو اوپر والی ترتیب کے ساتھ کنکریاں ماریں کنکریاں مارنے کے بعد اگر غروب آفتاب سے پہلے مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہو تو جاسکتے ہو اور اگر غروب آفتاب یہیں منیٰ میں ہوگیا تو اب منیٰ سے نہ جائے کیونکہ اب جانا مکروہ ہے بلکہ رات کو یہیں ٹھہرنا سنت ہے۔ رات گزارنے کے بعد اگر یہیں صبح صادق ہوگئی تو اب تیرہویں کی رمی لازم ہے اور صبح تیرہویں ذی الحجہ کی رمی کرکے مکہ مکرمہ چلا جائے ، مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد طواف وداع کرے یہ طواف واجب ہے، اگر فی الحال مکہ مکرمہ میں کچھ دن قیام ہے تو پھر طواف وداع اس دن کرے جس دن مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ یا اپنے گھر کو روانگی ہو طواف وداع چھوڑنے سے دم واجب ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو معتبر عذر (حیض وغیرہ) لاحق ہوجائے تو اس کے لئے یہ طواف چھوڑنا جائز ہے اور چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوتا۔

تنبیہ احکام حج وعمرہ میں کوتاہی

حج وعمرہ کے احکام میں خلاف ورزی اور کوتاہی باعث عذاب ہے آج کل اول تو احکام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے پھر معلوم بھی تو اس کے مطابق عمل نہیں کرتے ساتھیوں کی بے پرواہی اور معلموں کی بے راہ روی سے کئی واجبات تک چھوٹ جاتے ہیں سنن اور آداب کا تو کہنا کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور آپ کے اس سفر کو مبارک فرمائیں۔ (آمین)

حقیقت سعی

[illegible]

مناسک حج وعمرہ میں سے سعی بھی ایک منسک ہے۔ طواف کعبہ کے بعد صفا پہاڑی سے لے کر مروۃ پہاڑی تک چلنے کا نام سعی ہے۔ درمیان میں دو سبز نشان کی بتیاں ہیں جن میں تندرست مردوں کیلئے حکم ہے کہ ذرا تیزی سے چلیں جو دوڑنے سے کم ہو۔ حدیث شریف میں صفا مروۃ کے درمیان چلنے کو سعی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور فقہاء بھی اسی نام سے اس کے احکام بیان کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اسے طواف کہا ہے۔ لا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ لیکن اس طواف اور طواف کعبہ میں فرق یہ ہے کہ طواف کعبہ گول دائرہ کی شکل میں ہوتا ہے حجر اسود سے شروع ہوگا اور حجر اسود پر ہی ختم ہوگا اور کعبہ مقدسہ کے گرد چکر کاٹا جائے گا تو یہ طواف دوری (گول والا) ہوا جس کو پھیرا بھی کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ صفا پہاڑی سے لیکر مروۃ پہاڑی تک اور مروۃ پہاڑی سے لیکر صفا پہاڑی تک چلنے کا نام سعی ہے۔ سات چکر پورے کرنے ہوتے ہیں اور مروۃ پر ساتواں چکر مکمل ہو جاتا ہے۔ احناف کے یہاں خود چلنا ضروری ہے اگر خود چل سکتا ہو۔

شرعی حیثیت

احناف کے یہاں سعی کرنا واجب ہے رکن (فرض) نہیں ہے۔ جبکہ شوافع وحنابلہ ومالکیہ کے یہاں فرض ہے۔ احناف کے یہاں ترک کرنے والا نہ کرے تو دم لازم ہوتا ہے لیکن معذورین پر دم بھی لازم نہیں ہوتا۔

رکن سعی

بہر حال تمام شرائط کا استیعاب مقصود نہیں البتہ رکن (فرض) سعی یہ ہے کہ صفا اور مروۃ کے درمیان چلنا ہوگا۔ یعنی سعی اگر ادھر ادھر کی جائے جو بین الصفا والمروۃ نہ ہو۔ مطلق شمال سے لیکر جنوب تک یا اسکے برعکس ہو تو یہ ادا نہ ہوگی۔ صفا اور مروۃ کے درمیان ہونا فرض ہے۔ اس سے باہر ادا کی جانے والی سعی نہیں کہلائے گی اور یہ فریضہ بدستور واجب الاداء رہے گا (بدائع الصنائع۔ معلم الحجاج)۔ اس لئے صفا و مروۃ کے درمیان ہونا حکم منصوص ہے۔ لا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ ان ہی کے درمیان طواف کرنا ضروری ہے نہ کہ ان کے پڑوس اور کناروں میں (طوف بہما کہ طواف بجوارہما) خلاصہ یہ کہ مقام سعی

کا ہونا ضروری ہے اور وہ مقام صفا و مروۃ کے درمیان ہے۔

تحدید جائے سعی

صفا و مروۃ کی تحدید اہل علم نے بیان کی ہے اور وہ دو طرح کی ہے پہلی تحدید صفا سے لیکر مروۃ تک ہے ،اور یہ فاصلہ طولانی ہے ۔یعنی دونوں کے درمیان لمبائی کی مقدار۔ کسی بھی دور میں اس کے اندر فرق نہیں آیا۔ آج تک اسی طرح ہے البتہ پتھر صفا اور پتھر مروۃ آج بھی اسی شکل کے ساتھ موجود ہیں کو پہاڑی کی شکل میں نہیں۔ ویسے بھی صفا و مروۃ مستقل دو پہاڑوں کا نام نہیں بلکہ صفا جبل ابی قبیس کے حصے کا نام ہے اور مروۃ جبل قیقعان کے حصے کا نام ہے۔ دونوں کے درمیان فاصلے کی مقدار بعض نے سات سو پچاس اور بعض نے سات سو چھیاسٹھ ذراع لکھا ہے۔ دوسری تحدید چوڑائی کی ہے یعنی مقام سعی کا پیٹ کتنا ہے؟

عرض سعی

دوسرے لفظوں میں مغربی حصے سے لیکر مشرقی حصے تک کتنا فاصلہ ہے؟ اس کو چوڑائی کتب تاریخ میں ۱/۲۔۱۹ میٹر یا اس سے کچھ زائد کی مقدار بیان کی جاتی ہے (ذراع کی کئی اقسام ہونے کی وجہ سے میٹروں کے بیان مقدار میں اختلاف ہے)۔ اس مقام سعی میں کچھ فطری تبدیلیاں بھی ہوتی رہی ہیں ۔چونکہ بیچ میں گزرگاہ سیلاب (وادی) تھی کثرۃ سیلاب کی وجہ سے کنکر ریت اور ریت کے آنے کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہی۔ جس کا ذکر فقہاء نے بھی اپنے فتاویٰ میں کیا ہے۔

سلسلہ تعمیرات خلیفہ مہدی ۱۶۰ھ کے زمانہ میں ہوا، سبز نشانات ستونوں کی شکل میں تیز چلنے کے لئے اس زمانے میں لگائے گئے۔ مقام سعی کے مغربی مکانات گرا کر اس حصے کو مسجد حرام کا حصہ بنا دیا گیا اور حدود مسجد حرام مقام سعی سے متصل ہو گئیں اور مشرقی جانب بازاری تھا اور اسے رہنے دیا گیا چنانچہ اس وقت کے اہل علم نے اس پر نکیر اس لئے نہیں فرمائی کہ مقام سعی میں کچھ تبدیلی نہیں کی گئی۔ جہاں لوگ سعی کرتے تھے اسے اسی حالت پر باقی رکھا گیا کہ جس حالت پر وہ تھی۔ البتہ اب مسجد حرام میں اتنی توسیع ہوگئی کہ دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ نہ رہا (مسجد حرام و مقام سعی)۔ بیچ کے فاصلے تحدید علامہ ارزقی نے جو بیان کی ہے وہ پینتیس ذراع اور نصف ذراع (۱/۲۔۳۵ ذراع) ۱/۲۔۱۶ میٹر۔ یہ حساب تقریبی ہے۔

سعودی تاسیس اولی

اس مقام سعی میں مزید توسیع شاہ عبد العزیزؒ کے دور ۱۳۷۲ھ میں ہوئی پھر مزید ۱۳۷۵ھ شاہ سعودؒ کے دور میں ہوئی جسے سعودی تاسیس اولی کہتے ہیں۔ اس توسیع میں دو کام کیے گئے (۱) مقام سعی کو ۲۰ میٹر کیا گیا (۲) صفا سے لیکر مروۃ تک دونوں کناروں پر سیدھی دیوار بنائی گئی خط مستقیم کی طرح۔

محمد بن ابراہیم کا فتویٰ

اول الذکر اضافے کا ذکر اس وقت کے کمیٹی کے مفتی اعظم محمد بن ابراہیمؒ نے تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی جتنی توسیع کی گنجائش تھی اتنی ہی کی گئی یعنی ۲ یا ۳ میٹر تقریبا اضافہ کیا گیا۔ اور اس سے زیادہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اسی وجہ سے مزید توسیع کیلئے دوسری چھت پھر تیسری چھت کو بنایا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقام سعی کا عرض ۲۰ میٹر سعودی پہلی توسیع میں ہو گیا۔ اس توسیع میں تقریبا ۳.۵ میٹر کا اضافہ کیا گیا اور یہ علامہ ازرقی کے قول کے مطابق ہی ہے۔ لیکن سلسلہ توسیع سال ۲۰۰۸ء ایک نئی توسیع کی صورت میں سامنے آئی ہے جس کو توسیع ثانی کہا جائے یا تاسیس ثانی سعودی۔

تاسیس جدید ثانی

اس توسیع میں مزید ۲۰ میٹر کا اضافہ کیا گیا ہے، جانب شرق کی طرف یعنی اتنا اضافہ ہو گیا ہے کہ پہلے مقام سعی کی طرح جانب شرق میں ایک اور مقام سعی تیار ہو چکا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جدید مقام سعی میں سعی شرعی ادا ہو گی یا نہیں؟ اہل علم کا ایک طبقہ عرب علماء میں سے اسے سعی کا حصہ سمجھتا ہے اور ان کے نزدیک یہاں ادا کی ہوئی سعی ادا ہو جائے گی جبکہ جمہور علماء اہل تحقیق کے یہاں ابھی تک شرعا یہ ثابت نہ ہو سکا کہ یہ جائے سعی ہے لہذا یہاں ادا کی ہوئی سعی ادا نہ ہوگی۔ ایک مجلس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ۲۱ علما کا وفد اس تاسیس جدید کا شرعی نقطہ نگاہ واضح کرنے کے لئے جب بیٹھا تو ۱۸ علماء نے اسے جائز نہیں سمجھا۔ ان کے نزدیک اضافی توسیع مقام سعی نہیں بن سکتی تھی جبکہ ۲ عالموں نے اس توسیع کو صحیح سمجھا اور ایک نے توقف کا قول اختیار کیا۔ شاہ عبد اللہ نے ۳۰ گواہوں کی گواہی لیکر فیصلہ کر لیا تاسیس کرنے کا۔ گواہ عمر کے لحاظ سے اس وقت ۷۰ سال سے زائد عمر کے ہیں جنہوں نے سعودی تاسیس اولی سے پہلے کا اصلی مقام دیکھا تھا۔ بہر حال اضافی توسیع اختلافی مقام

ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس اضافی توسیع میں یہ منسک ادا نہ کیا جائے تمام عازمین حج وعمرہ کو اس ہدایت کی جاتی ہے۔

شرعاً یہ مقام سعی اس لئے نہیں ہے کہ جائے سعی توقیفی ہے (تعبدی) (بحر الرائق)۔ قیاس اور عقل سے اسے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عقل کا ہرگز اس میں دخل نہیں ہے۔ جیسے یہ عبادۃ سعی توقیفی ہے اسی طرح اس کا مقام بھی ایسا ہی ہے۔ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اسی کے مطابق عمل کیا جاتا رہا۔ جہاں آپ کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کیا اسی طرح انہی جگہوں پر آج تک کیا جا رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مقام سعی ہر دور میں معروف رہی ہے۔ جس جگہ سعی کی جاتی رہی ہے وہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے یعنی تواتر عملی ہے جو ہر طرح کے شک وہم سے پاک ہے۔ اور یہ مقام جدید کو محض قیاس وعقل سے ثابت کرنا بلکہ ایسے لوگوں کی شہادت سے جو مجہول الحال بھی ہوں اور بیان بھی متعارض رکھتے ہوں اور جو صرف اپنے زمانہ بچپن کا مشاہدہ بیان کرتے ہوں اس کی وجہ سے اس کو کیسے مقام سعی شرعاً سمجھا جا سکتا ہے؟ مزید یہ کہ اس اضافہ جدید کو اس کا حصہ ماننے سے سابقہ تحقیقات کی نہ صرف نفی ہوتی ہے بلکہ ان کی متعارض بھی ہے۔ جبکہ اجماع ہے تمام فقہا کا کہ غیر مسعیٰ میں سعی جائز نہیں۔

عازمین حج وعمرۃ کو ہدایت

تمام عازمین حج وعمرہ کو اس کی ہدایت کی جاتی ہے کہ سعی یا تو دوسری چھت پر ادا کریں یا نیچے اوپر والے حصہ پر۔ اضافی توسیع میں اس لئے سعی ادا نہ ہوگی کہ صفا سے مروۃ تک اضافی توسیع میں جانا پڑے گا یہ چکر چونکہ اپنے مقام ادا نہیں کیا گیا اس لئے نہ ہونے کے برابر ہوا اور مروۃ سے صفا کی طرف کیا ہوا چکر کو مقام سعی میں ادا ہوا لیکن اس شوط کو بھی شمار نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا مروۃ سے شروع کئے ہوئے تینوں چکر غیر معتبر ہوئے کما فی کتب الفتاویٰ۔

سلطنت سے درخواست

آخر میں سلطنت سعودیہ کے فرمانروا شاہ عبداللہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ نیچے والے حصے میں جہاں اب تک سعی ہوتی رہی ہے اس قدیم سعی کے مقام کو بھی اسی طرح بحال کیا جائے جس طرح پہلے تھا۔ مراد یہ ہے کہ صفا سے مروۃ جانے کا راستہ قدیم مقام سعی میں بھی باقی رکھا جائے اور اسی قدیمی حصے میں مروۃ سے واپس صفا تک بھی آیا جا سکے۔ حصہ جدید کو صرف صفا سے جانے کے لئے ہی مخصوص نہ رکھا جائے ورنہ حصہ قدیم کو مروۃ سے واپس صفا تک بھی آیا جا سکے۔ حصہ جدید کو صرف صفا سے جانے

کے لئے ہی مخصوص نہ رکھا جائے اور نہ حصہ قدیم کو مروۃ سے آنے جانے کے لئے مختص کر دیا جائے ۔چونکہ اکثریت اہل علم کی اس توسیع جدید کو مقام سعی نہیں سمجھتی ۔لہذا اشرفی رائے کا احترام بھی ہو جائے گا اور ان کے فتوی پر بھی عمل کیا جا سکے گا اگر مذکورہ طریقہ کے مطابق انتظام نہ ہو سکے۔

چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں جس سے مقام سعی کی حفاظت اہتمام کا علم ہو سکتا ہے ۔ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں

المسعی ۔ هو المكان المعروف اليوم لاجماع السلف و الخلف كابرأ عن كابر۔

کہ جائے سعی ۔ تو آج تک پہچانی ہوئی جگہ پہلوں اور پچھلوں کا اس پر اجماع ہے بڑے حضرات بڑوں سے نقل کرتے آرہے ہیں۔

علامہ کردیؒ التاریخ القویم میں فرماتے ہیں موضع المسعی ۔ هو لم يتغير و لم يتبدل و لم ينقص۔ کہ جائے سعی وہی ہے نہ تغیر واقع ہوا نہ تبدیلی ہوئی اور نہ ہی کمی ہوئی ۔یہی وجہ ہے کہ پچاس سال پہلے مفتی محمد بن ابراہیم کے لجنہ (کمیٹی) کی تحقیق علامہ ارزقی کی تحدید کے موافق ہے جن کی ۲۲۵ھ میں وفات ہوئی ۔بلکہ علامہ کردیؒ نے اپنے دور کی تصاویر کو بھی کتاب کا حصہ بنایا ۔بیچ میں تیز چلنے کے لئے مہدی نے جو نشان لگائے تھے سعودی کی تاسیس اول تک محفوظ تھے ۔ان کی جگہ سبز بتیاں لگائی گئیں ۔مہدی کے دور میں ان نشانات میں فرق آیا تو حضرات شوافع نے احتیاطا چھ گز پہلے چلنے کی ہدایت فرمائی ۔کتب شوافع میں اس کی تفصیل موجود ہے ۔سلف نے ان مناسک کی ہر طرح سے اتنی حفاظت فرمائی ہے ۔یہ سوال نہ کیا جائے کہ کیسے پیمائش ہوئی؟ اپنے اہتمام سے ذری پیمائش کرنے والوں نے تو مسجد حرام سے مشعر حرام (مزدلفہ) تک بھی پیمائش کی ہے ۔ان بین جدار باب بني شيبة بالمسجد الحرام الى جدار المشعر الحرام بمزدلفة خمسة و عشرين الف ذراع و سبع مائة و ثمانية اذرع و اربعة اسباع الذراع ۔ شفاء الغرام ۱/۵۰۷۔

کہ مسجد حرام سے متصل بنی شیبہ سے لیکر مشعر حرام کی دیوار تک 4/7 25708 ذراع ہے ۔جائے سعی کی تعیین اور اس کی پہچان ضروری ہے جو ثابت من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔جیسے امام بخاریؒ نے تعلیقا ذکر فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول المسعى من دار ابن عباد الى زقاق بني حسين ۔کہ مقام سعی ابن عباد کے گھر سے لے کر بنی حسین کے راستوں تک ہے ۔ہر دور میں نہ صرف ان کی نشاندہی کی گئی بلکہ اسی طرح باقی رکھا گیا ۔اور مکان خاص کی تعیین کی جاتی رہی ۔خذوا عني مناسككم پر عمل ہوتا رہا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تبلیغی خدمات

وہ بزرگ، مقدس، بابرکت ہستیاں، جنہیں ہم اور آپ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جن کی شان میں پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

ترجمہ۔۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ان برگزیدہ حضرات نے جو تبلیغی خدمات انجام دیں ہیں وہ تاریخ اسلام کے زریں صفحات پر تابناک نقوش ہیں اور مستقل موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ صحابہ کرام اسلام لانے کے بعد خاموش نہیں بیٹھے بلکہ ایک داعی اور مبلغ بن کر اٹھے۔ انہوں نے نہ صرف اردگرد کی فضا کو متاثر کیا بلکہ سرزمین عرب سے باہر بھی قدم رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کو اسلام سے روشناس اور سینکڑوں کو مائل بہ اسلام کر دیا۔

درحقیقت صحابہ کرامؓ اسلام کا نمونہ بن کر نکلے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ تھے۔ انہیں تبلیغ اسلام کی راہ میں تکلیفوں کی بالکل پروا نہ تھی۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ ان کے ذریعہ لوگ دین اسلام سے روشناس ہوں اور اس کی تعلیمات کو قبول کریں۔ دین کے مختلف شعبے ہیں اور ان تمام شعبوں پر صحابہ کرامؓ حاوی تھے۔ ان کی تبلیغی خدمت کلمۂ توحید کے پھیلانے تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ان کے سامنے درس قرآن بھی تھا، تعلیم حدیث بھی۔ تصوف بھی تھا اور فقہ و فتاویٰ بھی۔ چنانچہ صحابہ کرام میں ایسی جماعتیں تھیں جو دین کو سیکھنے سکھانے، سمجھنے سمجھانے کا مستقل کام کرتی تھیں۔

ہمارے سامنے اس وقت تبلیغ اسلام کے ابتدائی تیرہ سال ہیں۔ جسے مکی زندگی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دکھانا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کا یہ نمایاں وصف اور عام دستور رہا ہر وہ شخص جو مسلمان ہوتا باوجود مخالف

ماحول مبلغ بن جاتا اور جو بات بھی اسلام کی حاصل کرتا بقدر عزم وہمت اس کا پھیلانا ، دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مستقل مشغلہ بن جاتا ۔ اگرچہ ابتدائے اسلام میں صحابہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز نہ تھی ۔ اس مختصر جماعت کی یہ حیرت انگیز کامیابی تھی کہ اس کی جدوجہد سے اسلام کی آواز مکہ سے باہر پہنچی ۔ اس سلسلہ میں جن کا حضرات کا نام سرفہرست آتا ہے ۔ ان میں سے حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ جیسی شخصیات کو تاریخ میں نمایاں ترین اور عالمگیر حیثیت حاصل ہے جنہوں نے اپنی روشن ضمیری، علمی وعملی طاقت سے دنیا کی رہنمائی کی اسی فہرست میں مصعب بن عمیر جعفر طیار، ابوعبیدہ بن الجراح جیسے اولوالعزم اصحاب ہیں ۔جنہوں نے اپنی تبلیغ سے یثرب (مدینہ) حبش نجران میں اسلام کی اشاعت کی ۔ اور اسی فہرست میں لبیدؓ سوید بن صامت (الملقب بہ کامل) اور انیسؓ (برادر ابوذر غفاریؓ) جیسے فصیح و بلیغ خطیب وشاعر ہیں ۔ یہ وہ ارباب علم وفضل ہیں جن کے علمی فیوض سے ہزارہا بندگان خدا نے استفادہ کیا ۔ اور جنہوں نے عرب کے مختلف قبائل کو متاثر کیا ۔

آیئے اس اجمال کے بعد ہم صحابہ کرامؓ کی تبلیغی خدمات قدرے تفصیلی جائزہ لیں ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آپ کا شمار مکہ کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا ۔ ہر شخص آپ کی شرافت اور عظمت کا خیال کرتا تھا ۔ یہ سعادت آپ ہی کو حاصل ہے کہ بڑوں میں سے سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ اور اسلام لاتے ہی تن من دھن سے خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کیلئے کمربستہ ہوگئے حضور پرنور ﷺ کا ارشاد ہے ۔

ما نفعنی احد قط کمال ابی بکر

یعنی کسی کے مال نے مجھ کو وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکرؓ کے مال نے دیا ۔

دراصل حضرت ابوبکرؓ نے اپنا اثاثہ اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا ۔ اس سلسلہ میں آپ کا نمایاں کارنامہ ہے کہ کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو ان کے ظالم اور سنگدل مالکوں اور آقاؤں کے

بچوں سے خرید کر چھڑایا اور انہیں اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

بہر کیف ابتدائے اسلام میں خفیہ طریقے سے اسلام کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ جب مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تو صدیق اکبرؓ نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا کی جائے۔ حضور پرنور ﷺ نے اول تو انکار فرمایا مگر صدیق اکبرؓ کے اصرار پر مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت صدیق اکبرؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ واضح رہے یہ اسلام میں سب سے پہلا خطبہ تھا۔ اس علی الاعلان تبلیغ پر کفار مکہ بھڑک اٹھے۔ انہوں نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ انتہائی ظالمانہ برتاؤ اور سنگدلانہ سلوک کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی ذات سے زیادہ حضور پرنور ﷺ کی فکر تھی۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط (ایک کافر) حضور پرنور ﷺ کے ساتھ نہایت بدسلوکی سے پیش آ رہا تھا۔ آپ کے گلوئے مبارک میں چادر ڈال کر گلا گھونٹ رہا تھا کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع کی۔ ادرک صاحبک۔ (یعنی اپنے رفیق کی خبر لو!) یہ سنتے ہی حضرت صدیق اکبر دوڑے ہوئے آئے خانہ کعبہ پہنچے۔ عقبہ کو دھکے دے کر ہٹایا اور کہا۔

ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم بالبینات

یعنی تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو اس کی اس بات پر مارتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ خدا کی جانب سے روشن دلیلیں تمہارے پاس لایا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ مبلغ اسلام کی حمایت کرنا بھی ایک تبلیغی خدمت ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ہمیشہ پیغمبر اسلام ﷺ کا ساتھ دیا اور درمے، درمے، سخنے ہر ممکن طریقے سے اسلام کا پرچار کیا۔

اسلام کا ابتدائی دور میں صدیق اکبرؓ کی تبلیغ و ترغیب سے جو لوگ مسلمان ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبیدہ بن جراحؓ، حضرت عبداللہ بن بلالؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عامر بن فہیرہ وازدیؓ، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ، حضرت ام فضلؓ، حضرت اسماء بن عمیسؓ، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت فاطمہ بنت عمرؓ۔

اسلام کیلئے وہ گھڑی بھی کس قدر نازک تھی جب حضور پرنور ﷺ کا وصال ہوا اور صدمے سے صحابہ کرام

کا یہ احوال تھا۔ خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت وفات پا گئے تو اس کا سر قلم کر دوں گا۔ دراصل حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ کی وفات کا یقین ہی نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے اسی طرح حضور پرنور ﷺ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور جلد واپس تشریف لے آئیں گے۔ غرض یہ کہ صحابہ کرامؓ سخت حیرانی اور پریشانی میں تھے۔ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کا دم تھا کہ اس حادثۂ عظیم کو برداشت کرتے ہوئے بلیغ خطبہ پڑھا۔ جس سے ایک طرف حضرت عمرؓ کے خیال کی اصلاح ہوگئی، اور دوسری طرف عام صحابہ کرامؓ میں صبر و ضبط کی تلقین کی صورت پیدا ہوئی۔

وہ خطبہ یہ تھا۔

اما بعد۔ فمن کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات و من کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا و سیجزی اللہ الشاکرین۔

ترجمہ۔۔۔ جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے وہ انتقال کر گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ دائم اور ہمیشہ زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمد ﷺ بس رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں کہ جن پر موت وغیرہ نہ آ سکے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید بھی ہو جائیں تو (کیا) تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص پھر جائے گا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (اپنا ہی کچھ کھوے گا) اور خدا تعالیٰ جلدی جزا دے گا۔ حق شناس لوگوں کو۔ (بیان القرآن)

جب صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے یہ آیت وما محمد الا رسول۔۔۔ سنی تو ان کی آنکھوں سے تذبذب اور احتجاب کا پردہ اٹھ گیا۔ گویا اس وقت محسوس ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ جو صحابہ میں سب سے زیادہ مضطرب تھے، وہ چونک پڑے ان کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس آیت کو سنا تو زمین میرے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی اور (فرط غم سے

)انہیں زمین پر گرپڑا۔ (بخاری شریف) وہ بھی کس قدر ہولناک اور نازک تھا جب ایک طرف ارتداد کی آگ یمن سے لے کر نواحِ مدینہ تک مشتعل تھی تو دوسری طرف یہود اور نصاریٰ نے (فتنۂ ارتداد کو دیکھ کر) سرکشی شروع کر دی تھی۔ اس حالت کا نقشہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

وارتد العرب اما عامتہ او خاصتہ من کل قبیلۃ وظہر النفاق اشرأبت الیہود والنصرانیۃ وبقی المسلمون کالغنم فی المطیرۃ لفقد نبیہم و قلتہم و کثرۃ عدوہم

ترجمہ۔۔۔عرب کے قبائل مرتد ہو گئے یا تو قبیلے کا قبیلہ یا ہر ایک قبیلے میں سے خاص لوگ اور نفاق جن کا وجود ابھی باقی تھا ظاہر ہو گئے ۔یہودیت نصرانیت نے سر ابھارا اور مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پانے اور اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے بے یار و مددگار رہ گئے جیسے بکریوں کا گلہ بارش کی تاریک رات میں بغیر چرواہے کے رہ جاتا ہے۔

ایسی خطرناک صورتحال میں اجل صحابہؓ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسے متشدد فی امر اللہ کی رائے تھی کہ مرتدین وغیرہ سے لڑائی نہ کی جائے ۔مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے استقلال حسن تدبیر اور تبلیغ سے ایک طرف صحابہ کرامؓ کی ہمتوں کو بلند کیا۔تو دوسری طرف فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کر دیا۔

اس پر حضرت عمرؓ کو کہنا پڑا کہ۔۔۔

ان اللہ شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق

حضرت ابوبکرؓ کی اس عظیم الشان خدمت کی طرف حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول مشیر ہے۔

لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما کدنا نہلک فیہ لولا ان اللہ اعاننا بابی بکر

ترجمہ۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم پر ایسا وقت آ گیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ سے ہماری امداد نہ فرماتا تو ہم غارت ہو جاتے۔

واقعہ یہ بھی یوں ہی ہے ۔ بروقت حضرت ابوبکرؓ کی اولوالعزمی اور ثابت قدمی نے اسلام کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دیا۔اور ان فتنوں کا سدباب کر دیا جن سے دینِ متین کی بنیادیں متزلزل نظر آ رہی تھیں۔

پھر تو را بورا کس کا بنا

اوریا مقبول جان

سرسبز و شاداب گھاس اور بڑے بڑے درختوں کے سائے تلے دور تک پھیلے ہوئے قبروں کے کتبے ہیں جن پر صلیب کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ اکثر پر امریکی پرچم بھی پینٹ کیا ہوا ہے۔ یہ امریکہ کا قومی قبرستان "آرلنگٹن" ہے جس کے درختوں پر اس وقت خزاں کی آمد آمد ہے اور پتے زردی مائل ہو چکے ہیں۔ ان قبروں پر مرنے والوں کی آرمی یونٹ کا نام، ان کی جواں عمری کی موت کا ثبوت اور وہ تاریخ پیدائش ہے جو وہاں درج ہے۔ یہاں وہ مقام بھی لکھا ہے جہاں ان کی موت ہوئی۔ یہ مقام انتقال یا تو افغانستان ہے یا عراق۔ چند دن پہلے پورے امریکہ کی اخباروں میں ایک تصویر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ لمبے لمبے کالے اوور کوٹ اور کالی پینٹ میں ملبوس امریکہ کا پہلا سیاہ فام صدر بارک اوباما افسردہ چہرہ لئے ان قبروں کے درمیان سے گزر رہا ہے۔ جب وہ اس قبرستان پہنچا تو اس کے اردگرد وہ کئی سو عورتیں اور بچے بھی جمع ہو گئے جو اپنے پیاروں کی یاد میں آنسو بہانے اس قبرستان میں آئے ہوئے تھے۔ اس قبرستان کے بیچوں بیچ ایک گمنام سپاہی کی یادگار قبر بھی ہے۔ اوباما اس قبر پر بھی گیا اور اس نے وہاں پھول بھی چڑھائے۔ اس کی دوسری تصویر ڈوور ایئر بیس کی ہے جہاں وہ ان سپاہیوں کے تابوت وصول کرنے پہنچا جن کی لاشیں افغانستان سے وہاں لائی گئی تھیں۔ اس نے روتے ہوئے لوگوں کو دلاسا اور تسلی بھی دی جن کے بیٹوں یا شوہروں کی لاشیں ان تابوتوں میں بند تھیں۔ اس کے بعد وہ وائٹ ہاؤس کے اس نیم گول کمرے میں لوٹ آیا جہاں افغانستان وار کونسل کا اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے امریکی حکومت کے ان جائزوں کی رپورٹ تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ۵۸ فیصد امریکی اس جنگ سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا فوری خاتمہ چاہتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو مزید ان قتل گاہوں میں بھیجنے کو تیار نہیں۔ اس کے سامنے اس جنگ میں بدترین شکست سے بچنے اور ان ملکوں سے کم سے کم اموات لے کر باہر نکلنے کے لئے چار مختلف تجاویز رکھی ہوئی تھیں۔ ان سب تجاویز میں مزید امریکی فوج کو وہاں بھیجنے کے لئے کہا گیا تھا۔ پہلی تجویز میں چالیس ہزار فوج سے بڑھا کر ۸۰ ہزار کیا

جائے۔ دوسری میں ۴۰ ہزار جن میں ۳۳ ہزار لڑنے والے اور مقابلہ کرنے والے، سات ہزار اہم مراکز کی حفاظت اور نظم و نسق کیلئے اور چار ہزار وہاں کے لوگوں کو تربیت دینے والے شامل ہوں۔ تیسری تجویز میں ۲۰ ہزار مزید فوجی اور وہ بھی ان شہروں پر قبضہ مضبوط کرنے کے لئے جہاں اس وقت امریکی موجود ہیں اور چوتھی جان کیری کی تجویز تھی جس میں مزید ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے بارہ ہزار فوجی تو ضرور بھیجے جائیں۔ لیکن ان چاروں تجاویز کے پس منظر میں ایک بات واضح تھی کہ افغانستان میں ہم دراصل جنگ ہار چکے ہیں اور جیتنے کا تو خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس ملک کو صرف قابو میں رکھنے کے لئے کئی سالوں تک کئی لاکھ فوج درکار ہوگی۔

اس واحد عالمی طاقت کے مقابلے میں دو نہتے اور بے سروسامان ممالک کے شہریوں نے جو عزیمت کی داستان رقم کی ہے وہ حیران کن ہے۔ لیری سکاٹ نے اس امریکی برائے دہشت گردی میں امریکی جانوں کے نقصان کا اندازہ مختلف اعداد و شمار سے کیا ہے۔ جانوں کے نقصان کی کل تعداد 90591 تھی ہے۔ جن میں 75134 موت کے آغوش میں چلے گئے اور 14323 معذور، بیمار یا ناکارہ ہو کر واپس گھروں کو لوٹ گئے۔ یہ تو جنگ کے دوران اموات کی شرح ہے۔ لیکن بہادر افغانوں اور عراقیوں کے مقابلے میں جنگ لڑتے ہوئے جو خوف اور دہشت ان امریکی فوجیوں پر طاری ہوا اس کے نتیجے میں پاگل پن، ڈپریشن اور نفسیاتی امراض کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ویٹرن ہیلتھ ایڈمنسٹریشن نے یہ تصدیق کی ہے کہ ہر سال 6552 افراد اس جنگ کے خوف سے خودکشی کرتے ہیں۔ وہی حالت جو کبھی ویت نام میں تھی۔ ویت نام کے زمانے میں ایک لاکھ ستر ہزار امریکی فوجیوں نے خودکشی کی تھی۔ رینڈ کارپوریشن کے آن لائن میگزین کے مطابق تین لاکھ امریکی فوجی اس قدر ڈپریشن کا شکار ہو چکے ہیں کہ کوئی کاروبار زندگی کرنے کے قابل نہیں رہے۔ جبکہ تین لاکھ ستر ہزار امریکی فوجی ایک ایسے صدماتی بحران کا شکار ہوئے ہیں کہ ان کے دماغ پر ناقابل تلافی اثرات مرتب ہوئے ہیں جنہیں طب کی زبان میں TRAUMATICBRAININJURY کہا جاتا ہے جس میں دماغ کا ایک حصہ کام کاج کے قابل ہی نہیں رہتا۔ معذور ہونے والوں، ذہنی مریض بن جانے والوں اور مستقل خوف کا شکار رہنے والوں کی تعداد و شمار بیا ہے۔ لٹل ایلکس LITTLEALEX نے یہ تمام اعداد انتہائی عرق ریزی سے جمع کئے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں امریکی میڈیا بلکہ عالمی میڈیا سے بھی چھپایا جا رہا ہے۔

نتیجے بے سروسامان دیوانوں اور فرزانوں کی فتح اور پوری ترقی یافتہ دنیا کے عالمی اتحاد کی ذلت آمیز شکست کی اس نوید کے ساتھ ساتھ ایک اور کہانی بھی ہے۔ بزدلوں، بے ضمیروں اور غیرت وحمیت کا سودا کرنے والوں کی داستان۔ وہ حکمران جن کا ذاتی مفاد امریکہ سے وابستہ تھا انہوں نے اپنی پوری قوم کو بیچ ڈالا۔ ان سیاستدانوں کی کہانی ہے جو بے ضمیری کا درس اس ملک کے میڈیا پر آ کر دیتے تھے کہ اگر ہم اپنی غیرت کا سودا نہ کرتے تو ہمارا تورا بورا بنا دیا جاتا۔ ہم پتھر کے زمانے کی طرف لوٹ جاتے۔ ان دانش وروں، ادیبوں اور صحافیوں کا قصہ ہے جن کے دلوں میں پلتا خوف اور جن کے ضمیروں پر پردہ ڈالے مفادات انہیں مجبور کرتے رہے کہ قوم کو عالمی اقتصادیات، امریکی طاقت اور اپنی مجبوریوں کے قصے ایسے سنائیں کہ پوری قوم بے غیرتی کا لبادہ اوڑھ لے۔ یہ سب اور ان کے دلوں میں بسنے والا عظیم فوجی ڈکٹیٹر جو آج کل اس ملک کو تباہی سے دوچار کر کے دیار غیر میں بسا ہوا ہے، سب کے سب متفق کر رہے ہیں کہ اگر امریکہ افغانستان سے چلا گیا تو یہاں کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔

امریکہ نے تو جانا ہے اور عبدالوکیل متوکل کے بقول اب اسے اقتدار طالبان کو ہی دے کر جانا پڑے گا ورنہ اسے نکلتے ہی کئی کئی لاشیں اٹھانا ہوں گی۔ ایسے میں یہ سب کیا منہ دکھائیں گے کہ ہم وہی ہیں جو تمہیں پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرتے تھے۔ ہم نے تمہارے سفیر کو بھی عالمی آداب کے خلاف امریکہ کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ ہماری زمین تمہاری بستیاں اجاڑنے کے کام آتی رہی۔ خیر یہ سب تو دوسرے ملک کا مسئلہ ہے ذرا اس دن سے جب لوگ ان حکمرانوں، سیاستدانوں اور دانش وروں کا گریبان تھام کر سوال کریں گے۔ بتاؤ کیا ہمارا تورا بورا بنا ہے یا کہ نہیں۔ ہم پر ڈرون حملے ہوئے، ہمارا ہر شہر اور قصبہ خون میں نہلایا گیا ہے۔ ہم تو اس بدنصیب قوم میں شمار ہو گئے جس میں مارنے والا بھی اللہ اکبر کہتا تھا اور مرنے والا بھی۔ کاش ہم اس لمحے تمہاری بات نہ مانتے، غیرت حمیت اور عزت و وقار کا فیصلہ کرتے، ہم مرتے لیکن ہمیں ایک یقین ہوتا کہ ہم جسے مارنے جا رہے ہیں وہ اللہ اکبر نہیں کہتا ہمیں موت سے پہلے یقین ہوتا کہ ہم حق کی موت مر رہے ہیں۔

انوارِ انوری

احوال و واقعات خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

قسط نمبر:32

تحقیق و افادات حضرت مولانا محمد انوری

ایمان کی تحقیق کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا (فتح العزیز) کہ ایمان کا ایک تو وجود ذہنی ہے، دوسرا وجود عینی، تیسرا وجود لفظی۔ وجود عینی تو اصل ہے ایک نور کی جو بسبب حجاب رفع ہونے کے حاصل ہوتا ہے۔ جب بندہ مومن میں اور اس کے رب تعالیٰ شانہ میں حجاب رفع ہو جاتا ہے، یہی نور جس کو کَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اور اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ میں فرمایا ہے۔ جب حجاب رفع ہوتا ہے اور نور ایمان قوت پکڑتا ہے اور اوج کمال کو پہنچتا ہے تو وہ نور پھیل کر تمام اعضاء کو گھیر لیتا ہے۔ پھر پہلے تو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے۔ اور حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر حقائق ہر شئی کے منجلی ہوتے ہیں۔ ہر ایک شئے کو اپنے مقام پر جلوہ گر پاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا صدق جن اشیاء کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے دی ہے تفصیلی طور پر اس پر منکشف ہوتے ہیں اور اوامر اور نواہی کے موافق حکم الٰہی پر عامل ہوتا ہے۔ اس حال میں خصائل حمیدہ اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ انوار معرفت کے ساتھ مل کر ایک عجیب روشنی پیدا کرتے ہیں۔ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اور وجود ذہنی ایمان کا دو مرتبے رکھتا ہے۔ اول کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی کا انکشاف جس کو گرویدن اور باور کردن بھی کہتے ہیں، اس کا نام تصدیق اجمالی ہے۔ دوم ہر شئی کا تفصیلی طور پر منکشف ہونا اور جو ارتباط ان میں ہے اس کا بھی لحاظ رکھنا اور ایمان کا وجود لفظی شریعت کی اصطلاح میں کلمہ شہادتین کا اقرار ہے۔ اور کلمات اس کلمہ طیبہ کے زبان سے جاری کرنا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... الآیۃ۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور کفر پر ہی مر گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص آخری عمر میں ایمان لایا اور ایمان پر خاتمہ ہوا تو وہ مومن ہے۔ اسی طرح کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہو جائے۔ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے دین محمدی ہونے سے ہی انکار کرے اور محض انکار کے نہ مانتا ہے۔ خواہ اس کی حقیقت پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

وَخَتَمَ یعنی ان کے دلوں پر مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اور ان کے کانوں پر بھی مہر ہے جیسا کہ

عَلٰی سَمْعِہٖ وَ قَلْبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشَاوَۃً کہ استدلال دوسروں کا بھی نہیں سنتے اور ان کی بینائیوں پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ بالکل دیکھتے نہیں دیتا۔ دل اور کان پر مہر کا ذکر کیا اور بینائیوں پر پردہ لٹکانا ذکر فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ چیزیں مدرکات کو باہر سے اندر کی طرف لاتی ہیں۔ آنکھ پر پردہ کا ذکر اس لئے کیا کہ پردہ آنکھ کا شعاع کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور وہی منشاء رویت کا ہے۔ اور عقلاء کا قاعدہ بندھا ہوا ہے کہ باہر کی چیزوں کے اندر آنے سے روکنے کے لئے مہر کرتے ہیں اور اندر کی چیزوں کو روکنے کے لئے پردہ ڈالتے ہیں۔ یعنی یہ دعویٰ دونوں علموں کا کرتے ہیں۔ علم توحید اور علم معاد کا یہی دو علم اصل دین ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ ہم نہ تو مشرک ہیں نہ محجوب حق سے ہیں حالانکہ ایمان ان کی ذات سے مسلوب ہے کسی وقت نصیب نہ ہوگا۔ ان کو منافق کہتے ہیں۔ نفاق کی کئی اقسام ہیں۔ جیسے کہ احادیث میں مروی ہیں۔

قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یعنی جزا اور حقیقت مجری علیہ کے ظہور ہی کو دوسری شکل میں کہتے ہیں۔ یعنی وہ اعمال ہی ہوں گے جو ثمرات کی اشکال میں نمودار ہوں گے۔

ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ الآیۃ

دانہ خلاف تخم نے ہر چہ بود زہر بقدر

آنچہ کہ کشتہ دروطہ بہ حظ جو زجو

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں معنی تحریکی نے دنیا میں تو لباس کلمات طیبات کا پہن لیا آخرت میں یہی اعمال صالحات اور کلمات طیبات ثمرات اور اشجار کا لباس پہن لیں گے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ ایک نہایت ہی جمیل آدمی قبر والے کو مانوس کرنے کے لئے پاس رہے گا۔ وہ نیک عمل ہی اس شکل میں ہوگا۔ معانی مجسد ہو جائیں گے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا الآیۃ۔ مخفی نہ رہے کہ باری تعالیٰ نے ان آیات میں پانچ نعمتیں جو دلائل توحید کے ہیں بیان فرمائیں۔ اول انسان کی پیدائش، دوم پیدائش ان کے باپ دادوں کی، ان دونوں نعمتوں کو ایک جگہ فرمایا۔ سوم پیدائش زمین کی، چہارم وہ نعمت جو دونوں سے حاصل ہوئی کہ آسمان سے پانی برسا اور زمین سے غلے، پھل جو مخلوق کی غذا ہے۔ ان تینوں نعمتوں کو یکجا لانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی دو نعمتیں نفس سے متعلق ہیں اور تینوں نعمتیں جسمانی ہیں۔ پہلی نعمتوں کو مقدم اس لئے

رکھا کہ انسان کو سب سے زیادہ قرب اپنے نفس سے ہوتا ہے، پھر اپنے اصول اقربا ماں باپ وغیرھا سے پھر زمین جو جگہ انسان کے رہنے کی ہے، پھر جب نظر اٹھاتے ہیں آسمان کو دیکھتے ہیں پھر وہ چیز ذکر فرمائی جو مجموعہ ان دونوں صحن اور چھت سے پیدا ہوتی ہے یعنی بارش، پس جیسا کہ ان انعامات کو دینے والا فقط باری تعالیٰ ہی ہے کوئی اس کا شریک سہیم نہیں۔ لہذا شکر میں اسی کو مخصوص کرو کسی چیز کو عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ چہ جائیکہ اس کا شریک الوہیت میں اور اس کی صفات کمال میں ہو

قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ ۔الآیہ۔ شریعت کے عرف میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں۔ یعنی گرویدن باور کردن جو چیزیں کہ بالیقین معلوم ہیں کہ دین محمدی سے ہیں۔ اس لئے کہ ایمان کو قرآن میں جابجا دل کے کام سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ، كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دل کا کام یہی تصدیق ہی ہے اور بس۔ نیز ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مقرون فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور معاصی کے ساتھ بھی ذکر فرمایا۔ چنانچہ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا۔ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا ۔ پس معلوم ہوا کہ اعمال نیک کو ایمان میں دخل نہیں نہ اعمال بد سے ایمان درہم برہم ہوتا ہے۔ اور اقرار محض کی بھی بلا تصدیق مذمت کی ہے ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۔ پس معلوم ہوا کہ اقرار محض تو ایمان کی حکایت ہے۔ اگر تو محکی عنہ کے مطابق ہوا تو معتبر ہے ورنہ کچھ نہیں۔ محکی عنہ تو تصدیق ہی ہے۔ تحقیق مقام اس جگہ یوں ہے کہ جس طرح ہر چیز کا تین طرح کا وجود ہے ایمان کا بھی تین طرح کا وجود ہے۔ ایک لفظی، دوم ذہنی، سوم عینی۔ وجود عینی تو اصلی ہے۔ باقی وجود اس کے تابع ہیں۔ ایمان کا وجود عینی تو وہ نور ہے جو دل میں حاصل ہوتا ہے اور اس کے سبب سے تمام پردے بہت و بین الحق رفع ہو جاتے ہیں ۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ میں تمثیل مکمل فرمائی گئی۔ چنانچہ اس کا سبب بیان فرمایا کہ یہ نور انوار محسوسہ کی طرح قوت وضعف اشتداد و انتقاص قبول کرتا ہے۔ چنانچہ آیت وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ۔" اس کی زیادتی کا طریقہ یہ ہے کہ جوں جوں حجاب مرتفع ہوتا جاتا ہے وہ نور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے۔ تا آنکہ اوج کمال تک پہنچ جاتا

ہے اور خوب پھیل جاتا ہے اور جمیع قویٰ اور اعضاء کو گھیر لیتا ہے۔ پس اولاً تو شرح صدر ہوتا ہے اور اشیاء کے حقائق پر مطلع ہوتا ہے اور بقدر انشراح صدر کے ہر امر کے بجالانے میں مستعد ہو جاتا ہے اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے۔ اور وجود لفظی ایمان کا کلمہ شہادتین ہے ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ ثم استوٰی الی السماء خود وجوارح کو پہلے بجو تو سویٰ سمان کو پہلے بجو سب درست ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔ اس میں فرمایا گیا کہ مسئلہ توحید کے بعد ایمان نبوت پر لانا فرض ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ جب معتبر ہے کہ اس کے فرمانے پر اس کے غیر کی اطاعت کرے۔ جیسے اطیعو اللہ واطیعو الرسول اور اس میں حسن وقبح کا عقلی یا شرعی ہونا بھی فرمایا گیا۔ اور عدل اور جور بھی منکشف کیا گیا اور اسماء احکام وعدہ اور وعید بھی بیان فرمائے گئے۔ اور تقدیر خیر وشر من اللہ تعالیٰ اور یہ کہ سب امور کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور یہ کہ شرف عبودیت میں ہی ہے اور توبہ میں ہے۔ اور یہ کہ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون اور یہ کہ آخری حیلہ مراحم خسروانہ میں اپیل دائر کرنا ہے۔ اور یہ کہ سبقت رحمتی غضبی اور اس میں یہ کہ تفضیل انبیاء علیہم السلام کی سب پر ہے۔ اور مسئلہ جبر وقدر بھی اس میں آ گیا جو کچھ کہ آدمی کے جوارح واعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اول اس کا وجود مرتبہ روح میں ہوتا ہے۔ پھر قلب میں۔ پھر قویٰ نفسانیہ میں پھر جوارح اور اعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون ۔ اس کے ذیل میں وہ یہود کے قول لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ اور انکار متواترات دین بھی کفر ہے۔ بنی اسرائیل کے اعتقاد فاسد اور ان کی غلط روش اور تحریف کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ چونکہ ہر شریعت میں معاصی کے دو مرتبے رکھے ہیں۔ ایک یہ کہ معاصی کو معاصی ہی اعتقاد کرے اور ملت حقہ کا اتباع واجب جانتا ہو اور عمل میں مخالفت کرتا ہے۔ مثلاً یقین جانتا اور مانتا ہے۔ کہ شراب پینا حرام ہے۔ ایسا ہی زنا ، چوری لواطت بھی حرام ہیں۔ کبائر ہیں لیکن تجاب کے باعث اس سے ان چیزوں کا صدور ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کا نام فسق وفجور وعصیان ہے۔ معاذ اللہ

اس کو وعید عذاب تو شریعت مقدسہ نے دیا ہے۔ لیکن وہ ایک مدت مقررہ عند اللہ کے بعد ختم ہو جائے گا۔ عذاب دائمی نہیں ہوگا۔ دوم یہ کہ اعتقاد بھی موافق شریعت حقہ کے نہ ہو۔ مثلاً جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے۔ خواہ از قسم الہیات ہو یا قیامت کے متعلق ہو۔ خواہ شعائر اللہ کے متعلق ہو۔ مثلاً اللہ کی کتابوں پر ایمان نہ ہو یا رسولوں یا احکام متواترہ دین کا انکار کرتا ہو۔ اس کو تو داور کفر اور زندقہ اور الحاد کہتے ہیں۔ اس کے متعلق آخرت میں دائمی عذاب کا وعید سنایا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ الفاسق لا یخلد فی النار و الکافر خالد فی النار ۔ چونکہ ملت حق اس زمانہ میں صرف یہودی تھے۔ جو کہ بنی اسرائیل تھے۔ وہ اپنی عبارت سے یہ سمجھ گئے کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہیں ہوگا۔ اور غیر بنی اسرائیل کو عذاب دائمی ہوگا

۔(۲) اس فرقے نے اپنی کند ذہنی سے فرق عنوان میں اور معنون میں نہ کیا اور کہدیا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات ۔ حق تعالیٰ شانہ نے اول تو اس کو اس طرح رد کیا کہ کیا تم نے خدا سے کوئی عہد اس پر کیا ہوا ہے ۔ اتخذتم عند اللہ عہدا۔ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ۔ کیونکہ اصل کلام میں تو تخصیص بنی اسرائیل اور یہودی نہ تھی ۔ بلکہ نصوص تو مطلقاً اہل حق کا ذکر کرتی ہیں۔ پس نص صریح غیر ماول جس کو عہد کہتے ہیں۔ اس بات میں مفقود تھی اور تاویلات اعتقادیات اصول دین میں اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔ نیز یہ کہ تحقیقی بیان سے ان کے شبہے کو حل فرمادیا کہ بلیٰ من کسب سیئۃ و احاطت بہ خطیئتہ الآیۃ کہ فساد علم و عمل اور خرابی عقیدہ و اعمال کی اس حد تک پہنچ جائے کہ ذرہ کی مقدار بھی ایمان باقی نہ رہے۔ موجب خلود فی النار کا ہے۔ جس فرقہ میں بھی پایا جائے۔ گو ظاہر میں کلمہ گو ہی ہو اور دعویٰ بھی دین داری کا رکھتا ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ معصیت کو مباح جاننا بھی کفر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے عذاب کا خوف بھی اٹھ جائے۔ اور معصیت کی قباحت کا اعتقاد ختم ہو جائے۔ زبان ہی سے انکار کرنا شرط نہیں بلکہ یہ اعتقاد ہو جائے کہ ہمارے ڈرانے کے لئے یہ عذاب کی دھمکی ہے۔ والعیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اس بحث کو فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت بایزیدؒ کا ایک پادری سے مکالمہ

ایک پادری نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے بہت سے سوالات کیے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا اور کچھ پوچھنا ہے؟ پادری بولا نہیں اور کچھ نہیں پوچھنا (آپ صرف انہیں سوالات کے صحیح صحیح جوابات دے دیجئے اور ہماری باتوں کو وضاحت سے بیان کر دیجئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے پھر یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں تمام باتوں کے صحیح صحیح جواب دے دوں تو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ گے۔ تمام بولے ہاں ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا: ﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الشَّاھِدُ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ ”اے اللہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تو اس پر گواہ ہے“۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے جوابات دینے شروع کیے اور فرمایا!

(1) ایسا ایک جس کا دوسرا نہیں وہ اللہ واحد وقہار ہے۔

(2) اور ایسے دو جن کا تیسرا نہیں وہ رات اور دن ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا! ﴿وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ﴾ ”اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے“۔

(3) اور ایسے تین جن کا چوتھا نہیں وہ عرش، کرسی اور قلم ہے۔

(4) اور ایسے چار جن کا پانچواں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چاروں کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک ہیں۔

(5) اور ایسے پانچ جن کا چھٹا نہیں وہ پانچ نمازیں ہیں جن کا ہر مسلمان مرد و عورت پر پڑھنا فرض ہے۔

(6) اور ایسے چھ جن کا ساتواں نہیں وہ چھ دن ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ ”ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں۔

(7) اور ایسے سات جن کا آٹھواں نہیں وہ ساتوں آسمان ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ”وہی تو ہے جس نے بنائے سات آسمان

تہہ بتہہ۔

(8) اور ایسے آٹھ جن کا نواں نہیں تو وہ عرش الٰہی کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾ ”اور اٹھائے ہوئے ہوں گے آپ کے رب کا عرش اس روز آٹھ فرشتے۔

(9) اور ایسے نو جن کا دسواں نہیں تو وہ نو شخص ہیں جو شہر میں فساد پھیلاتے تھے، ارشاد باری ہے: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ ”اور اس شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے“۔

(10) اور عشرہ کاملہ سے مراد وہ دس دن ہیں جن میں متمتع ہدی نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ”پس روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے اس وقت جب تم واپس لوٹو، یہ پورے دس دن ہوئے“۔

(11) رہا تمہارا سوال گیارہ کے بارے میں تو وہ برادران یوسف ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کی جانب سے حکایۃً فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے ﴿إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا﴾ ”میں نے دیکھا (خواب میں) گیارہ ستاروں (یعنی بھائیوں) کو“۔

(12) اور بارہ کے متعلق تمہارا سوال تو ان سے مراد بارہ مہینے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں! ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”بلاشبہ اللہ کے یہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کے حکم میں“۔

(13) اور تمہارا سوال تیرہ کے متعلق تو اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ﴾ ”بے شک میں نے دیکھا ہے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے دیکھا انہیں کہ یہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

(14) رہا تمہارا سوال ایسی قوم کے بارے میں جس نے جھوٹ بولا اور جنت میں گئی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں جنہوں نے یہ کہا تھا۔ ﴿انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب﴾ ابا جان ہم دوڑنے لگے آگے نکلنے کو اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑا اسے بھیڑیا کھا گیا۔ یہ بات انہوں نے جھوٹ کہی تھی لیکن پھر بھی جنت میں گئے (کیونکہ توبہ کرلی تھی) اور وہ قوم جس نے سچ بولا پھر بھی جہنم میں گئی تو وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ جنہوں نے یہ کہا ﴿وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شیء وقالت النصاریٰ لیست الیھود علی شیء﴾ یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کسی راہ پر نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ بات تو سچ کہی ہے لیکن پھر بھی جہنم میں گئے (اس لیے کہ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔)

(15) رہا تمہارا یہ سوال کہ تمہارے جسم میں تمہارے امام رہنے کی جگہ کہاں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا امام رہنے کی جگہ تمہارے کان ہیں۔

(16) ذاریات ذروا سے مراد چاروں ہوائیں ہیں۔

(17) حاملات وقرا سے مراد بادل ہیں، چنانچہ ارشاد باری ہے ﴿والسحاب المسخر بین السماء والارض﴾ اور بادل میں جو مسخر ہے آسمان و زمین کے درمیان۔

(18) جاریات یسرا سے مراد دریاؤں میں چلنے والی کشتیاں ہیں۔

(19) اور مقسمات امرا سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نصف شعبان سے اگلے نصف شعبان تک مخلوق کی روزی تقسیم کرنے پر مقرر ہیں۔

(20) اور وہ جو دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا سو وہ ساتوں زمین اور ساتوں آسمان ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿فقال لھا و للارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین﴾ پھر فرمایا آسمان اور زمین سے کہ چلے آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے، بولے آئے ہم خوشی سے۔

(21) اور ایسی قبر جو اپنے مردہ کو لیے پھرتی رہی سو وہ مچھلی ہے جس نے یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا اور ان کو دریا میں لیے پھرتی تھی۔

(22) اور ایسی چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے وہ صبح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ'' اور قسم ہے صبح کی جب دم بھرے۔

(23) اور ایسا پانی جو نہ آسمان سے برسا اور نہ زمین سے نکلا سو اس سے گھوڑے کا پسینہ مراد ہے۔ جو بلقیس نے قارورہ میں رکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان کا امتحان لینے کے لیے بھیجا تھا۔

(24) اور ایسے چار جو نہ باپ کی پیٹھ سے نکلے اور نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ (۱) وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں آنے والا مینڈھا (۲) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو پہاڑ سے پیدا کی گئی (۳) حضرت آدم علیہ السلام جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے (۴) حضرت اماں حوا علیہا السلام جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ یہ چار مراد ہیں۔

(25) اور وہ خون جو زمین پر سب سے پہلے بہایا گیا وہ ہابیل کا خون ہے جسے اس کے بھائی قابیل نے قتل کر دیا تھا۔

(26) اور ایسی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی خرید لیا وہ مومن کا نفس ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے اہل ایمان سے ان کے نفسوں اور مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔

(27) اور ایسی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسے برا بتایا وہ گدھے کی آواز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ بلاشبہ سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔

(28) ایسی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بڑا بتایا وہ عورتوں کا مکر اور چالاکی ہے ارشاد ہے۔ ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾ البتہ تمہارا مکر و فریب بڑا ہے۔

(29) ایسی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کے بارے میں سوال کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے، ارشاد باری ہے۔ ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ

عَصَایَ اَتَوَکَّؤُ عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ ﴾ یہ کیا ہے تمہارے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے بکریوں کے لئے۔

(30) عورتوں میں سب سے افضل حضرت حوا (اُمّ البشر) حضرت خدیجہ حضرت عائشہ، حضرت آسیہ، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن ہیں۔

(31) دریاؤں میں سب سے افضل دریا سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، اور نیل ہیں۔

(32) پہاڑوں میں سب سے افضل پہاڑ طور ہے۔

(33) چوپایوں میں سب سے افضل گھوڑا ہے۔

(34) مہینوں میں سب سے افضل رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ "شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ" رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

(35) راتوں میں سب سے افضل لیلۃ القدر ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ ﴿لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ﴾ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(36) طامہ قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔

(37) ایسا درخت جس میں بارہ ٹہنیاں ہوں ہر ٹہنی پر تیس پتے ہوں ہر پتہ پر پانچ پھول ہوں جن میں سے دو دھوپ میں کھلتے ہوں اور تین سایہ میں، سو درخت سے مراد تو سال ہے بارہ ٹہنیوں سے مراد بارہ مہینے ہیں اور تیس پتوں سے مراد مہینے کے تیس دن ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول سے مراد پانچوں فرض نمازیں ہیں جو رات دن میں پڑھی جاتی ہیں جن میں سے دو ظہر اور عصر دھوپ (دن) میں اور تین فجر، مغرب، عشاء سایہ (رات میں پڑھی جاتی ہیں)۔

(38) ایسی چیز جس نے بیت اللہ کا طواف کیا، حج کیا، حالانکہ نہ اس پر حج فرض نہ اس میں جان اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔

(39) رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے انبیاء اور رسول بھیجے سو اللہ تعالیٰ نے (کم و بیش) ایک لاکھ

چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔

(40) اور ان میں سے تین سو تیرہ کو رسول بنایا۔

(41) ایسی چار چیزیں جن کا ذائقہ اور رنگ الگ الگ ہے اور ان سب کی اصل ایک ہے وہ آنکھ، ناک، کان اور منہ ہیں۔ آنکھوں کا پانی کھاری، منہ کا پانی میٹھا، ناک کا پانی کھٹا اور کان کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔

(42) یہ سوال کہ نقیر، قطمیر اور فتیل کس کو کہتے ہیں سو نقیر کھجور کی گٹھلی کی پشت پر جو نقطہ ہے اس کو، اور قطمیر کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک چھلکا ہوتا ہے اور فتیل کھجور کی گٹھلی کے شگاف کی باریک تہ کو کہتے ہیں۔

(43) سبد اور لبد، بھیڑ، دنبہ اور بکری کے بالوں کو کہتے ہیں۔

(44) طم اور رم سے مراد ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کی مخلوق ہے۔

(45) گدھا جب شیطان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ "﴿لعن اللّٰہ العشّار و ھو المکاس﴾"۔ چنگی پر محصول لینے والے پر خدا کی پھٹکار ہو۔

(46) کتا کہتا ہے۔ "﴿ویلٌ لاھل النار من غضب الجبّار﴾"۔ "اللہ جبار کے غصہ کی وجہ سے دوزخیوں کیلئے ہلاکت و بربادی ہے۔

(47) بیل کہتا ہے۔ "﴿سبحان اللّٰہ و بحمدہ﴾"۔

(48) گھوڑا کہتا ہے۔ "﴿سبحان حافظی اذا التقت الابطال واشتغلت الرجال بالرجال﴾"۔

(49) اونٹ کہتا ہے۔ "﴿حسبی اللّٰہ و کفی باللّٰہ وکیلا﴾"۔

(50) مور کہتا ہے۔ "الرحمٰن علی العرش استوی۔"

(51) بلبل کہتی ہے۔ "﴿سبحان اللّٰہ حین تمسون وحین تصبحون﴾"۔

(52) مینڈک کہتا ہے۔ ﴿سبحان المعبود فی البراری والقفار سبحان الملک الجبار﴾

(53) ناقوس سے آواز نکلتی ہے۔ ﴿سبحان اللّٰہ حقا حقا انظر یا ابن آدم فی ھذہ الدنیا

شَرْقًا وَ غَرْبًا مَاتَرٰی فِیْهَا یَبْقٰی ﴾ "خدا پاک ہے وہ حق اور حق ہے اے ابن
آدم اس دنیا میں نظر عبرت مشرق و مغرب کی طرف دیکھ تجھے اس میں کوئی بھی
باقی نظر نہیں آئے گا"۔

(54) ایسی قوم جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے وحی کی حالانکہ وہ نہ انسان ہیں نہ جن، نہ فرشتے، وہ شہد کی مکھی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ﴾ "اور حکم دیا آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں۔

(55) رہا یہ سوال کہ دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے اور جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے تو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ راز نہ کسی نبی و رسول پر کھلا اور نہ کوئی مقرب سے مقرب فرشتہ اس پر مطلع ہوا۔

(ان تمام سوالوں کا جواب دینے کے بعد) حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا: اگر کوئی اور سوال رہ گیا ہو تو پوچھو سب نے کہا کہ اب کوئی سوال باقی نہیں رہا۔

آپ نے فرمایا اچھا اب میری ایک بات کا جواب دو۔ یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور جنت کی کنجی کیا ہے؟ بڑا پادری اس پر خاموش رہا۔ مجمع میں سے آواز آئی کہ تم نے اتنی باتیں پوچھیں اور انہوں نے ان سب کا جواب دے دیا یہ کیا بات ہے کہ انہوں نے تم سے صرف ایک بات پوچھی اور تم اس کا بھی جواب نہیں دے پا رہے۔ پادری بولا کہ میں ان کی بات کا جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے ان کی بات کا جواب دے دیا تو تم میری موافقت نہیں کرو گے۔ وہ بولے ہم آپ کی موافقت کیوں نہیں کریں گے آپ ہمارے بڑے ہیں۔ آپ نے جب بھی کچھ کہا ہم نے سنا اور آپ کی موافقت کی۔

پادری نے کہا کہ لو پھر سنو آسمانوں اور جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو سب کے سب مسلمان ہو گئے اور گرجے کو گرا کر اس کی جگہ مسجد بنائی اور سب نے اپنی اپنی زناریں توڑ ڈالیں اس موقع پر حضرت بایزید بسطامیؒ کو غیب سے آواز آئی اے بایزید تم نے ہماری رضا کی خاطر ایک زنار باندھی تھی ہم نے تمہاری خاطر پانچ سو زناروں کو توڑ دیا۔

دوا دارو...... علاج بالغذا...... نمک

نمک ہماری غذا کا ایک ضروری جزو ہے۔ اگر کھانے میں نمک نہ ہو تو وہ پھیکا اور بے مزہ ہوتا ہے۔ میٹھی اور کھٹی چیزوں کے بغیر انسان ہفتوں رہ سکتا ہے مگر نمکین چیزوں کے بغیر دو روز بھی رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

نمک کا صرف اتنا ہی فائدہ نہیں ہے کہ یہ ہماری غذا کو مزیدار بناتا ہے بلکہ اس کا استعمال تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ خون، ہڈیوں اور پٹھوں کو مضبوط بنانے میں کام آتا ہے۔ انسانی جسم میں کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور یہ بہت ضروری ہیں، ان تبدیلیوں میں نمک نہایت ضروری اور کارآمد چیز ہے۔

اگر آدمی نمک کھانا چھوڑ دے تو اس کے جسم میں نمک جتنا قدرتاً رہتا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے، خون کا دوران سست ہو جاتا ہے اور آدمی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نمک، دوا کے طور پر ان بیماریوں میں کام آتا ہے:

(۱) اگر بلغمی کھانسی ہو تو نمک کی ایک ڈلی منہ میں رکھ لیں، اس سے بلغم آسانی سے خارج ہوگا اور درد بھی کم اٹھے گا۔

(۲) نمک قے لاتا ہے۔ اگر معدہ میں غذا خراب ہو گئی ہو یا کوئی اور زہریلا مادہ پہنچ گیا ہو تو سوا تولہ نمک ایک گلاس نیم گرم پانی میں ملا کر پلانے سے خوب کھل کر قے ہو جاتی ہے اور معدے سے زہریلا مادہ نکل جاتا ہے۔

(۳) بیماری سے اٹھنے کے بعد کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے گرم پانی میں نمک ملا کر نہانے سے بدن کی طاقت بہت جلد لوٹ آتی ہے۔

(۴) نمکین گرم پانی سے نزلہ و زکام بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ نزلہ و زکام کے ہمیشہ کے مریض ہیں وہ اگر روزانہ نمک کے پانی سے غرارے کریں اور اسی سے ناک کو دھوئیں تو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

(۵) لاہوری نمک (پہاڑی نمک) کو باریک پیس کر سلائی سے آنکھوں میں برابر لگاتے رہنے سے آنکھوں کی دھند، پھُلی، اور جالا پھولا دور ہو جاتے ہیں۔

علماء کی اہانت

کون سا زمانہ ایسا گذرا ہے جس میں علماء سے عداوت نہیں ہوئی، ان کی اہانتیں نہیں ہوئیں، کیا امام اعظم کو قید نہیں کیا گیا؟ امام مالک کو سخت سے سخت نہیں مارا گیا؟ امام احمد ابن حنبل پر کیا نہیں گذرا۔ غرض کسی جلیل القدر عالم کو لے لیجئے، وہ ناعقلوں کی اذیت کا شکار رہا ہو، الا ماشاءاللہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو قاعدہ ہی ارشاد فرمادیا والجاہلون لاہل العلم اعداء (درمختار) جہلاء اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ نیز آئندہ کو اس میں اضافہ ہونا ضروری ہے اور ہو کر رہے گا۔ اس لئے کہ نبی اکرم علامات قیامت میں اس چیز کو شمار کیا ہے۔ اور جتنے علامات قیامت احادیث میں وارد ہوئے ہیں وہ تقریباً سب ہی پائے جا رہے ہیں۔ اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا وہ عنقریب آ رہے ہیں کہ ان کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ یہ چیز نہ پائی جائے۔ بلکہ جو کچھ پیش آ رہا ہے اور آتا جارہا ہی وہ اس کے مقابلے جو عنقریب آ رہا ہے کچھ بھی نہیں۔

حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں علما کو کتوں کی طرح قتل کیا جائے گا، کاش اس وقت علما تکلف باولے بن جائیں (یعنی ان روشن دماغوں کے کاموں میں دخل نہ دیں، نہ ان کی اصلاح کی فکر کریں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ علماء کو موت سرخ (کندن) سونے سے زیادہ محبوب ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں عالم کا اتباع نہیں کیا جائے گا اور نہ حلیم آدمی سے شرم کی جائے گی نہ اس میں بڑے کی تعظیم ہوگی نہ چھوٹے پر شفقت ہوگی۔ دنیا کے حاصل کرنے

پر آپس میں قتل وقتال ہوگا۔ جائز کو ناجائز سمجھیں گے اور ناجائز کو جائز سمجھیں گے۔ نیک لوگ چھپتے پھریں گے، اس زمانے کے آدمی بدترین خلائق ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہ قیامت میں ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں فرمائیں گے۔

حضور اقدس نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میں ایسے زمانے کو نہ پاؤں یا صحابہ کو خطاب فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے کو نہ پاؤ جس میں عالم کا اتباع نہ کیا جائے، حلیم سے شرم نہ کی جائے، اس زمانے کے لوگوں کے دل عجمی (کفار) جیسے ہونگے اور زبانیں عرب جیسی (فصیح) حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں دین پر جمنے والا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ پر چنگاری پکڑنے والا۔

حضور اکرم نے علامات قیامت میں یہ بھی شمار کرایا کہ خاندان میں مومن بکری کے بچے سے زیادہ ذلیل اور ناقابل التفات سمجھا جائے گا۔ نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہے کہ فاسق لوگ خاندان کے سربراہ سمجھے جائیں گے اور کمینہ لوگ قوم کے ذمہ دار ہونگے اور اس وجہ سے آدمی کا اعزاز کیا جائے گا کہ اس کے شر اور نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔ نیز یہ بھی علامات قیامت میں ہے کہ گانے والیوں کی کثرت ہو جائے گی اور باجوں کا زور ہوگا۔ شراب کثرت سے پی جائے گی، اور امت کے اسلاف کو برا بھلا کہا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی دیندار اپنے دین کو سلامت نہیں رکھ سکے گا مگر یہ کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک سوراخ سے دوسری سوراخ جا کر چھپے جیسے کہ لومڑی اپنے بچوں کو لئے پھرتی ہے اور یہ زمانہ وہ ہوگا جس میں حلال روزی مشکل بن جائے گی اور بغیر اللہ کی معصیت کے روزی حاصل ہونا دشوار ہو جائے گا۔ نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہے عام کساد بازاری ہوگی، اولاد زنا کی کثرت ہوگی، غیبت پھیل جائے گی، مالداروں کی عظمت کی جائے گی، منکرات کرنے والوں کا غلبہ ہوگا اور تعمیرات کی کثرت ہوگی۔

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جاکر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳)اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے، اگر ہوسکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳)اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہوگیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔

(۴)ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہوسکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہوگئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد ، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16